حسین رضی اللہ عنہ کی باتیں

اشتیاق احمد

حسین رضؓ

کی باتیں

اشتیاق احمد

نواب سنز پبلی کیشنز
اقبال روڈ، کمیٹی چوک راولپنڈی

طابع : نواب سنز پبلی کیشنز مطبع : اسد محمود پرنٹنگ پریس

کمپیوٹر لکھائی : ڈیزائن ماسٹر سرورق : ڈیزائن ماسٹر

اشاعت : ۲۰۰۶ء Rs.50.00

تقسیم کار : اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون 051-5531610

دو باتیں

آنحضورؐ اور خلفائے راشدینؓ کے بعد رسول مقبولؐ کے نواسے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی زندگی کے واقعات آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ یہ سلسلہ شروع کرتے وقت میں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ کتابیں جاسوسی ناولوں کی نسبت زیادہ دلچسپ ہوں گی جن لوگوں نے یہ کتابیں پڑھیں، انہوں نے اس دعویٰ کو دل سے تسلیم کرلیا۔ ان کتابوں کو حد درجے پسند کیا، لیکن جن لوگوں نے اب تک ان کتابوں کو پڑھ کر نہیں دیکھا، انہیں ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، کچھ اندازہ نہیں۔ کسی بھی چیز کے بارے میں اس وقت معلوم ہوسکتا ہے، جب اسے آزمایا جائے، دور دور سے دیکھ کر ہم اس کی نعمت سے بے خبری رہتے ہیں، لہٰذا میں اپنے پڑھنے والوں سے یہ درخواست کروں

گا کہ اس سلسلے کی شائع ہونے والی چھ کتابوں میں سے کم از کم کوئی ایک کتاب بلکہ کسی ایک کتاب کے چند صفحے ضرور پڑھ کر دیکھیں، پھر آپ یہ سب پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اس وقت اپنی اس غلطی کو تسلیم کر لیں گے کہ کیوں نہ پہلے ہی ان کتابوں کو پڑھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کروں گا کہ میری لاکھ کوشش اور دعوؤں کے باوجود آپ نے ان کتابوں کا استقبال اس جوش و خروش سے نہیں کیا جس سے جاسوسی کتابوں کا کیا جا رہا ہے، لہذا یہی کتاب اس سلسلے کی آخری کتاب ہوگی۔

اشتیاق احمد

☆☆☆

رسول کریم ﷺ صحابہؓ کو خطبہ دے رہے تھے کہ پانچ سال کی عمر کے دو بچے سرخ قمیص پہنے ان کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ اچانک ٹھوکر لگی اور دونوں گر پڑے۔ آنحضورؐ نے انہیں گرتے دیکھا تو تڑپ اٹھے۔ خطبہ درمیان میں چھوڑا اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ آگے بڑھ کر دونوں بچوں کو اٹھایا، پیار کیا اور گود میں بٹھا کر دوبارہ خطبہ شروع کیا۔ لوگ حیران رہ گئے، کیونکہ خطبے کو درمیان میں چھوڑنا معمولی بات نہیں تھی، لیکن جن کے لیے خطبہ چھوڑا گیا، وہ بھی تو اس کائنات کے شہزادے جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

☆☆☆

آپؐ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سجدے کی حالت میں تھے کہ ایک بچہ

آپؐ کی پشت پر سوار ہوگیا۔ آپؐ اُس وقت تک سجدے سے نہ اٹھے جب تک کہ بچہ خود نہ اتر گیا۔ آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، کیا اب سجدوں کو طویل کرنے کا حکم آ گیا ہے، یا آپؐ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ جو آپؐ نے اس قدر لمبا سجدہ کیا۔'' آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔

''ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ میرا بیٹا حسینؓ میرے اوپر سوار ہو گیا تھا، میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ سجدے سے اٹھ جاؤں اور وہ گر جائے۔ جب وہ اپنی مرضی سے اتر آیا تو میں بھی سجدے سے اٹھ گیا۔

☆☆☆

امام حسنؓ اور امام حسینؓ ایک دن آپس میں کشتی لڑنے لگے۔ رسول مقبول ﷺ بھی اپنی پیاری بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کے پاس بیٹھے تھے وہ بھی اس کشتی کو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ اچانک آپؐ نے حضرت امام حسنؓ سے فرمایا۔

''حسنؓ! پکڑو حسینؓ کو۔''

ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت فاطمہؓ حیران ہو کر بولیں۔

''ابا جان! یہ کیا، بڑے کو کہہ رہے ہیں کہ پکڑو۔'' یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور فرمایا۔

''ہاں بیٹی! دوسری طرف جبریلؑ حسینؓ کو کہہ رہے ہیں کہ حسینؓ پکڑ لو حسنؓ کو۔''

☆☆☆

آنحضورﷺ ایک روز حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنی گود میں ایک طرف حضرت امام حسینؓ کو دوسری طرف اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کو بٹھا رکھا تھا۔ اچانک حضرت جبریلؑ حاضر ہوئے اور سلام عرض کرنے کے بعد بولے۔''

''خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان دونوں شہزادوں میں سے ایک آپؐ کے پاس رہے گا اور دوسرے کو واپس بلا لیا جائے گا۔'' یہ سن کر آپ غمگین ہوئے اور بولے۔

''میں خدا کی مرضی پر راضی ہوں، میرے پروردگار نے کسے واپس مانگا ہے!''

''یہ معاملہ باری تعالیٰ نے آپؐ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔'' حضرت جبریلؑ بولے۔ ''آپؐ جسے چاہیں رکھ لیں اور جسے چاہیں واپس کر دیں۔''

آپؐ نے ایک نظر حضرت امام حسینؓ پر اور دوسری حضرت ابراہیمؓ پر ڈالی، پھر حضرت فاطمہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

''میں ابراہیمؓ کو واپس کرتا ہوں، میرے حسینؓ کو یہاں رہنے دیا جائے۔''

تین روز بعد جناب ابراہیمؓ انتقال فرما گئے۔

☆☆☆

ایک روز سرکار دو عالمﷺ حضرت حسینؓ کو کاندھے پر سوار کیے باہر تشریف لائے تو حضرت صدیق اکبرؓ سے ملاقات ہوگی۔ جناب صدیقؓ نے فرمایا۔

''حسینؓ تم کتنے خوش نصیب ہو جنہیں اتنی اچھی سواری ملی۔''

نبیوں کے امام حضرت محمدﷺ یہ سنکر خوش ہوئے اور فرمایا۔

☆☆☆

حضرت اسامہ بن زیدؓ ایک روز کسی کام سے رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ حضورؐ کوئی چیز چادر میں لپیٹے باہر تشریف لائے۔ جب حضرت اسامہؓ اپنا کام بیان کر چکے تو پوچھا۔

''حضور! اس چادر میں کیا ہے؟''

''آپؐ نے چادر ہٹا دی، انہوں نے دیکھا، چادر میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ تھے۔ چادر ہٹا کر آپؐ نے فرمایا۔

''یہ دونوں میرے بچے ہیں اور میری نور نظر فاطمۃ الزہراؓ کے بیٹے ہیں۔'' پھر آپؐ نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر جو ان دونوں سے محبت کریں تو ان سے بھی محبت کر۔''

☆☆☆

حضرت امام حسنؓ بچوں کے درمیان کھیل رہے تھے، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ کے ساتھ ادھر سے گزرے، آپؓ نے فوراً حضرت امام حسنؓ کو کندھے پر اٹھا لیا اور بولے۔

''میرے ماں باپ تم پر قربان! تم تو پورے میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہم شکل ہو۔''

☆☆☆

حضرت عمرؓ کی خلافت کے دنوں میں کچھ مال غنیمت آیا۔ آپؓ نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو اس میں سے ایک ایک ہزار روپے عنایت فرمائے جب کہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو صرف پانچ سو روپے دیے، یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بولے۔

''جب یہ دونوں بچے تھے، میں اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہا۔ آپ مجھے ان دونوں سے کم کیوں دے رہے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

''جو ان کے بزرگوں کا درجہ ہے، وہ تمہارے بزرگوں کا نہیں، تم کس طرح خاندان نبوی کی برابری کر سکتے ہو۔''

☆☆☆

حضرت امام حسنؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ راستے میں بیٹھا دس ہزار درہم کے لیے دعا مانگ رہا ہے۔ آپؓ گھر گئے اور اسے دس ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بھجوا دیے، ایک مرتبہ آپؓ کھجوروں کے ایک باغ کے پاس سے گزرے، باغ کا نگران ایک حبشی غلام تھا، حبشی کے سامنے ایک کتا بیٹھا تھا۔ حبشی اس وقت کھانا کھا رہا تھا، وہ ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھتا تو دوسرا کتے کو کھلاتا۔ آپؓ نے اس غلام سے کہا۔

''تم اسے کتے کو بھگا کیوں نہیں دیتے؟'' اس غلام نے جواب میں کہا۔

''اسے بھگاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔'' اس پر حضرت امام حسینؓ نے اس

سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

"میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں اور یہ باغ انہیں کا ہے۔"

یہ سن کر آپؑ نے اس غلام سے فرمایا۔

"تم میری واپسی تک یہیں ٹھہرنا۔"

یہ فرما کر آپؑ باغ کے مالک کے پاس گئے۔ اس کا باغ اور غلام خریدا اور واپس آ کر غلام سے فرمایا۔

"میں نے تمہیں اور اس باغ کو خرید لیا ہے۔" غلام نے فوراً کہا۔

"آقا میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں۔" آپؑ نے جواب میں کہا۔

"میں تمہیں خدا کی راہ میں آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ بھی تمہیں دیتا ہوں۔" یہ سن کر غلام نے کہا۔

"جس خدا کی راہ میں آپؑ نے مجھے آزاد کیا، میں اسی کی راہ میں یہ باغ دیتا ہوں۔"

☆☆☆

حضرت امام حسنؑ کعبے کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اپنی ضرورت بیان کی۔ آپؑ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے اور اس کا کام کر کے واپس لوٹے۔ کسی نے طعنہ دیا۔

"تعجب ہے، آپؑ طواف چھوڑ کر اس آدمی کے ساتھ چلے گئے۔" یہ سن کر

ضرت امام حسنؓ نے فرمایا۔

''میں نے حضور آقائے نامدار ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی
ضرورت پوری کرتا ہے اور اس کا کام ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ جانے والے کو ایک حج
ور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے، اگر اس کا کام نہیں ہو سکتا تو بھی ساتھ جانے والے کو
یک عمرے کا ثواب ملتا ہے، میں نے اس کے ساتھ جا کر ایک حج اور ایک عمرے کا
اب حاصل کیا اور اب طواف پورا کر کے طواف کا ثواب حاصل کر رہا ہوں۔

☆☆☆

حضرت امام حسنؓ سے کسی نے پوچھا۔

''زندگی بسر کرنے کے لحاظ سے کون اچھی زندگی بسر کرتا ہے۔''

آپؓ نے فرمایا۔

''جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شامل کرے، یعنی دوسروں کو فائدہ
ئے۔'' اس پر اس نے پوچھا۔

''اور سب سے بری زندگی کس کی ہے؟؟''

''اس کی، جس سے کسی دوسرے کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔'' آپؓ نے جواب دیا۔

ایک شخص نے آپؓ سے کہا۔

''مجھے موت سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے۔'' آپؓ نے اس سے فرمایا۔

''وہ اس لیے کہ تم اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، اگر تم اپنا مال خدا کی
[illegible] موت سے خوف کھانے کی بجائے موت کے خیال سے خوشی حاصل

کرو۔‘‘

☆☆☆

ایک بار ایک شخص کو پکڑ کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ پولیس کا بیان یہ تھا کہ اس شخص کو ایک ویرانے میں اس حالت میں گرفتار کیا ہے کہ اس کے ہاتھ میں خون سے لتھڑی ہوئی چھری تھی اور ایک لاش زمین پر خون آلود پڑی تھی۔

جناب حضرت علیؓ نے اس آدمی سے پوچھا۔

’’کیا تم نے اس شخص کو قتل کیا ہے؟‘‘

’’جی ہاں! میں نے قتل کیا ہے۔‘‘ اس نے فوراً اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔

آپؓ نے اس کا اقرار سن کر بدلے کا حکم فرما دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت علیؓ سے کہنے لگا۔

’’یہ شخص بالکل بے گناہ ہے، درِاصل قاتل میں ہوں...... اس لیے سزا بھی مجھی کو ملنی چاہیے۔‘‘

سیدنا حضرت علی کرام اللہ وجہہ، نے پہلے آدمی سے پوچھا۔

’’جب قتل تم نے نہیں کیا تو پھر تم نے جرم کا اقرار کیوں کیا؟‘‘ اس نے جواب میں یہ بیان دیا۔

’’جس حالت میں مجھے گرفتار کیا گیا، میں قتل سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ واقعات میرے اس قدر خلاف تھے کہ انکار بھی کرتا تو مجھ پر اعتبار نہ کیا جاتا، اس لیے ذلت سے بچنے کے لیے میں نے اقرار جرم کر لیا، کیونکہ یہی میرے لیے بہتر تھا۔ اصل قصہ یہ ہے

کہ میں ایک قصاب ہوں جس جگہ یہ قتل ہوا، اس جگہ سے تھوڑی دور ہی میں نے بکرا ذبح کیا تھا، میں گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی، میں کچھ دور پیشاب کرنے کے لیے گیا۔ پیشاب کر کے اٹھا ہی تھا کہ میں نے اس لاش کو دیکھا، میں اس کے قریب چلا گیا، عین اسی وقت پولیس پہنچ گئی اور اس نے مجھے گرفتار کرلیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ میں ہی قاتل ہوں۔ میں نے سوچا، ان سب گواہوں کی موجودگی میں میری فریاد نہیں سنی جائے گی، نہ میرے ساتھ انصاف ہو سکے گا۔ اس لیے مجبوراً میں نے اقرار جرم کرلیا۔"

اس کا بیان سننے کے بعد حضرت علیؓ نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

"تم اس جرم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" اس نے عرض کیا۔

"میں ایک گاؤں کا باشندہ ہوں ..... بہت ہی غریب آدمی ہوں ..... میں نے اس شخص کا مال لوٹنے کے لیے اسے قتل کیا تھا کہ اتنے میں مجھے کچھ لوگوں کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں وہاں سے فوراً ہٹ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس آئی اور اس نے قصاب کو گرفتار کرلیا۔ جب آپؓ نے اس آدمی کے خلاف فیصلہ دیا تو میں نے دل میں کہا، میری وجہ سے ایک بے گناہ آدمی سزا پا رہا ہے۔ بس میں نے اسے بچانے کے لیے اقرار جرم کرلیا۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسنؓ سے پوچھا۔

"اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے" انہوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا۔

''ابا جان! اگر اس آدمی نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو ایک آدمی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جس شخص نے مرتے کو بچایا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔''

حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ کے مشورے کو درست تسلیم کیا اور دونوں آدمیوں کو چھوڑ دیا اور جو آدمی قتل کیا گیا تھا اس کے وارثوں کو بیت المال سے خون بہا ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

☆☆☆

رمضان شریف کی انتیس تاریخ تھی، اس وقت امام حسنؓ کی عمر پانچ سال اور امام حسینؓ کی عمر چار سال دو ماہ کی تھی۔ حضرت فاطمہؓ چکی پیس کر فارغ ہوئیں، جانماز بچھایا تا کہ نماز پڑھ لیں کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ جانماز پر لیٹ گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے اٹھنے کے لیے کہا تو مچل گئے اور بولے۔

''امی جان! کل عید ہو جائے گی، عید کے روز سب لوگوں کے بچے نئے کپڑے پہنیں گے، ہمیں بھی نئے کپڑے منگوا کر دیں۔''

حضرت فاطمہؓ کا دل ہل گیا، بچوں کو سینے سے لگایا اور بولیں۔

''میرے لاڈلو، نماز تو پڑھ لینے دو، کل تمہیں نئے کپڑے منگوا دوں گی۔''

''امی کل تو عید ہے، کپڑے اگر کل آئے تو سلیں گے کب؟''

دونوں نے کہا۔

''تم فکر نہ کرو، درزی تمہارے لیے سلے سلائے کپڑے لائے گا۔''

حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا اور نماز شروع کر دی۔ نماز کے بعد آپؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ کہیں بچوں کا دل ٹوٹ نہ جائے۔ شام ہوئی تو چاند نظر آ گیا۔ صبح عید ہوگی کا اعلان ہونے لگا، لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے، بچے ابھی سے عید کی تیاری لگ گئے۔ رات کو سوتے وقت شہزادوں نے پھر امی کو وعدہ یاد دلایا۔ حضرت فاطمہؓ نے پوری رات نفل پڑھتے گزار دی۔ فجر کی نماز کے بعد دعا مانگ رہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آپؓ نے پوچھا۔

''کون ہے۔'' باہر سے جواب ملا۔

آپؓ کا درزی ہوں۔''

آپؓ نے دروازہ کھول کر درزی سے کپڑے وصول کیے، نہایت خوبصورت لباس تھا۔ آپؓ ابھی بچوں کو پہنا رہی تھی کہ آنحضورﷺ تشریف لائے۔ دونوں بچوں کے نئے جوڑے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پوچھا۔

''بیٹی! یہ کپڑے کہاں سے آئے؟''

''ابا جان! ایک درزی دے گیا ہے، میں نے بچوں سے نئے کپڑوں کا وعدہ کرلیا تھا۔'' یہ سن کر آپؐ نے فرمایا۔

''بیٹی وہ درزی حضرت جبریلؑ تھے اور یہ جوڑے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت سے لائے تھے۔''

اور حضرت فاطمہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

☆☆☆

رسول مقبول ﷺ حضرت امام حسینؓ سے فرمایا کرتے تھے۔

''میرے لال! تم رویا نہ کرو، تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔''

آپؐ نے حضرت حسینؓ کے بارے میں اکثر فرمایا۔

''حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے۔''

☆☆☆

ایک سائل آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ضرورت بیان کی۔ اس وقت حضرت امام حسینؓ کے پاس اشرفیوں کے پانچ توڑے تھے، آپؓ نے ساری اشرفیاں اسے دے دیں۔

ایک شاعر نے دو شعر لکھ کر آپؓ کی خدمت میں بھیجے چند لمحے بعد ہی اس نے دو شعر اور لکھ کر بھیج دیئے، ان میں سخاوت کرنے والوں کی تعریف تھی اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا گیا تھا۔ آپؓ نے اسے دس ہزار درہم عطا کیے اور فرمایا۔

''اگر تم جلدی نہ کرتے تو میں اور بھی عطا کرتا۔''

آپؓ کی ایک کنیز نے آپؓ کو ریحان کے پھولوں کا ایک گلدستہ پیش کیا۔ آپؓ نے خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ حضرت انسؓ نے یہ دیکھ کر کہا۔

''یا حضرتؓ! آپؓ نے ایک گلدستے کے بدلے میں کنیز کو آزاد فرما دیا۔'' آپؓ نے جواب میں فرمایا۔

''ہاں! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو تمہیں دیا جائے تم اس سے اچھا لوٹا دو۔''

☆☆☆

حضرت امام حسینؓ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ غلام کے ہاتھ سے شوربے کا پیالہ گرا اور انؓ کے سر پر ٹوٹ گیا، آپؓ نے ذرا ناراضی سے غلام کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً کہا۔

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" یہ سن کر آپؓ نے فرمایا۔

"میں نے تمہیں معاف کر دیا، اور تمہیں آزاد بھی کر دیا اور تمہارے اخراجات بھی میرے ذمے ہوں گے۔" آپؓ بہت سے صحابہ کے ساتھ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک اعرابی ملا۔ اس نے پوچھا۔

"آپ ابوطالب کے پوتے ہیں۔"

"ہاں!" آپؓ نے جواب دیا۔

آپؓ کا جواب سن کر اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ صحابہ کرام نے چاہا کہ اس کی زبان کاٹ دیں، لیکن آپؓ نے انہیں روک دیا۔

☆☆☆

حضرت ام الفضل بنت حارث حضرت امام حسینؓ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئیں اور آپؐ کو ان کی گود میں دے دیا۔ اچانک آنحضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔

"مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت شہید کرے گی۔ جبریل نے مجھے اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی دی۔

☆☆☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جنگ صفین سے واپس لوٹ رہے تھے، آپؓ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں اندرائن کے پودے لگے تھے۔ آپؓ نے لوگوں سے پوچھا۔

''اس جگہ کا کیا نام ہے؟''

''کربلا۔'' لوگوں نے بتایا۔ یہ سن کر آپؓ بولے۔

''کرب و بلا''

اور یہ کہہ کر وہاں اترے، نماز پڑھی اور فرمایا۔

''یہاں صحابہؓ کے علاوہ وہ لوگ شہید ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔''

☆☆☆

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت کی بیعت کر لی گئی، لیکن انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور خلافت سے دستبردار ہو گئے، کیونکہ آپؓ اگر خلافت سے الگ نہ ہوتے تو حضرت امیر معاویہؓ سے جنگ ضرور ہوتی، لیکن آپؓ نے مسلمانوں کے درمیان خونریزی منظور نہیں کی اور الگ ہو گئے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا تھا۔

''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرانے کا سبب بنے گا۔''

صلح کے بعد حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن جعفر اور اپنے تمام گھرانے کو لے کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ مدینے میں ہی رہے، یہاں تک کہ انہیں زہر دیا گیا۔ یہ واقعہ 29 ہجری کا ہے زہر بہت تیز تھا، پیتے ہی اس نے اپنا کام شروع کر دیا، دل اور جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر منہ کے راستے باہر آنے لگے۔ یہ آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ زہر کس نے دیا تھا، تاریخ کی کتابوں میں مختلف نام آتے ہیں، زہر کھلائے جانے کے تیسرے دن آپؓ نے شہادت پائی، اس وقت آپؓ کی عمر پینتالیس سال تھی۔

☆☆☆

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے تقریباً انیس سال تک خلافت کی۔ ان کا دور نہایت شاندار تھا، مسلمان فاتحین نے کابل، افغانستان کو فتح کیا اور درہ خیبر کے قریب پہنچ گئے۔ افریقہ میں قیروان فتح ہوا، اور تونس اور سوڈان میں فتح و کامرانی کا پرچم لہرایا گیا۔ آپؓ کی وفات کے تقریباً سات ماہ بعد کربلا کا خونی واقعہ پیش آیا۔

☆☆☆

حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ یزید نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ مدینے کے گورنر ولید بن عتبہ کو امیر معاویہؓ کے انتقال کا حال لکھا اور یہ فرمان لکھا کہ امام حسینؓ بن حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ اور

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لو، کیونکہ ان تینوں حضرات نے حضرت امیر معاویہؓ کے آخری دنوں میں بھی یزید کی بیعت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ امیر معاویہؓ اپنی زندگی میں ہی یزید کی بیعت کے لیے کوشش کر گئے تھے، چنانچہ یزید کو سب سے پہلے انہی کی بیعت کا فکر ہوا۔ اس نے لکھا کہ ان تینوں سے زبردستی بیت لو، اگر بیعت نہ کریں تو انہیں بالکل مہلت نہ دو۔"

یہ خط ولید بن عتبہ کو ملا تو اس نے مروان بن حکم کو بلا بھیجا۔ یہ بہت سخت آدمی تھا۔ اس سے ان تینوں حضرات کی بیعت کے بارے میں ولید نے مشورہ مانگا تو بولا۔

ان لوگوں کو اس وقت بلا بھیجو، جب وہ آئیں تو ان سے یزید کی بیعت اور اطاعت کا اقرار لو، مان جائیں تو ٹھیک، ورنہ ان تینوں کی گردن اڑا دینا، اور ہاں! انہیں معاویہؓ کے مرنے کی خبر نہ ہونے پائے، اگر انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ معاویہؓ انتقال کر گئے ہیں تو ہرگز بیعت نہیں کریں گے اور ادھر ادھر نکل جائیں گے۔"

"ولید بن عتبہ نے یہ مشورہ سن کر حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں ایک آدمی کو بھیجا۔ یہ آدمی مسجد میں پہنچا تو دونوں کو وہاں موجود پایا۔ اس نے ان سے کہا۔

"آپ دونوں کو امیر نے طلب کیا ہے۔" انہوں نے جواب میں کہا۔

"تم جاؤ! ہم آتے ہیں۔"

یہ وقت ایسا تھا کہ ولید کسی کو ملاقات کے لیے نہیں بلاتا تھا، اس لیے دونوں کو شک ہو گیا، حضرت امام حسینؓ بولے۔

''شاید امیر معاویہؓ انتقال کر گئے ہیں اور یہ لوگ ہم سے بیعت لینا چاہتے ہیں۔''

''پھر آپؓ کا کیا خیال ہے۔'' حضرت عبداللہ ابن زبیر نے پوچھا۔

''میں اسی وقت اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں، انہیں دروازے پر کھڑے کر دوں گا اور خود اندر جا کر بات کروں گا۔''

حضرت امام حسینؓ بولے۔

''ایسا کرنے میں مجھے آپؓ کی جان کا خطرہ ہے، کہیں وہ لوگ آپؓ کو قتل نہ کر دیں۔'' حضرت عبداللہ ابن زبیر بولے۔

''میں اس طرح جاؤں گا کہ نکل بھی سکوں۔'' آپؓ نے جواب دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

اپنے خادموں اور عزیزوں کو ساتھ لے کر ولید کے دروازے پر پہنچے، انہیں وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

''اگر میں تمہیں آواز دوں یا تم ولید کی اونچی آواز میں بات کرتے سنو تو سب کے سب اندر چلے آنا۔'' یہ کہہ کر آپؓ اندر داخل ہوئے اور یا امیر کہا۔ جب آگے بڑھ کر بیٹھ گئے تو ولید نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور کہا۔

''اب آپ یزید کی بیعت کر لیجیے۔''

☆☆☆

''میں چھپ کر بیعت کرنے والا نہیں، تمہیں بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت نہیں لینی چاہیے۔ یہ سن کر ولید نے کہا۔

''اچھا! آپؑ تشریف لے جایئے، اس کے بعد یہ الفاظ سن کر مروان بن حکم فوراً بول اٹھا۔

''اگر اس وقت یہ یہاں سے چلے گئے تو پھر یہ تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے، انہیں قید کرلو، بیعت کرلیں تو ٹھیک، ورنہ ان کی گردن ماردو۔''

یہ سن کر حضرت امام حسینؑ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔

''تو مجھے قتل کرے گا، یا یہ...... خدا کی قسم تو نے جھوٹ بکا۔

یہ کہہ کر نکلے ہوئے چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے مکان میں آگئے۔ ان کے نکل جانے کے بعد مروان نے ولید سے کہا۔

''تم نے یہ کیا کیا کہ انہیں نکل جانے دیا، اب تمہیں ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔'' ولید نے جواب میں کہا۔

''تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی، خدا کی قسم، حسینؑ کو قتل کر کے اگر مجھے ساری دنیا کا مال و دولت بھی ملتا ہو تو بھی میں نہ کروں۔ ایسے شخص کا قیامت کے دن کہاں ٹھکانا ہوگا جس سے حسینؑ کے خون کی پوچھ گچھ ہو۔''

☆☆☆

حضرت امام حسینؑ جب ولید سے ملنے کے لیے روانہ ہوگئے تو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ وہاں سے اپنے گھر میں آ کر چھپ گئے اور اپنے تمام رشتے داروں کو اپنے گھر

میں اور ارد گرد جمع کر لیا۔ ولید نے کئی آدمیوں کو انہیں بلانے کے لیے بھیجا، لیکن یہ نہ گئے، بس اتنا پیغام بھیجا۔

''ٹھہرو! میرے ساتھ جلدی نہ کرو، میں ضرور آؤں گا مجھے ذرا مہلت دو۔''

وہ رات گئے تک ولید کے لوگوں کو ٹالتے رہے اور آخر صبح سویرے حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا۔ تب جا کر وہ لوگ وہاں سے ٹلے۔ ان کے جاتے ہی حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اپنے گھر سے نکل گئے، اس وقت ان کے ساتھ ان کے بھائی جعفر کے سوا کوئی نہ تھا۔ وہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ صبح ہوئی، ولید نے پھر کسی کو بھیجا تو انہیں معلوم ہوا وہ نکل گئے ہیں۔ مروان کے کہنے پر ولید نے ان کے تعاقب میں کچھ آدمیوں کو روانہ کیا، لیکن وہ ان کے ہاتھ نہ لگے۔

یہ لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی تلاش کے چکر میں حضرت امام حسینؓ کو بھولے رہے، اس طرح حضرتؓ کو بھی مدینے سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ اور وہ بھی 28 رجب 60ھ کی رات کو مدینے سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپؓ حضرت محمد بن حنیفہ کے سوا اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں سب کو ساتھ لے کر مدینے سے روانہ ہوئے۔ ایسے وقت میں آپؓ کے بھائی محمد بن حنیفہ نے کہا۔

''بھائی! تمام مخلوق میں آپؓ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہیں، آپؓ یزید بن معاویہ اور سب شہروں سے جہاں تک ہو سکے دور رہیے اور اپنے قاصدوں کو لوگوں کے پاس بھیجئے کہ وہ آپؓ کی بیعت کریں، اگر لوگ آپؓ سے بیعت کر لیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیجئے، اگر وہ آپؓ کے بجائے کسی دوسرے کی بیعت کر لیں تو اس سے آپؓ کے

مرتبے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اس صورت میں آپ الگ تھلگ ہی رہیے، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ لوگوں کی برچھیوں کا رخ آپؓ کی طرف ہو جائے گا۔" آپؓ نے مشورے کو سنا اور پھر مکے کی طرف روانہ ہوئے۔

☆☆☆

اب ولید نے عبداللہ عمرؓ کو بلا بھیجا اور کہا کہ یزید کی بیعت کر لیں۔ انہوں نے جواب دیا۔

"جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی کروں گا۔"

ولید نے عبداللہ بن عمرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ ادھر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ مکے پہنچ گئے۔ وہاں کا حاکم عمرو بن سعید تھا۔ حضرت عبداللہ کے بعد حضرت امام حسینؓ وہاں پہنچے۔ راستے میں آپؓ کو ایک شخص عبداللہ بن مطیع ملا۔ اس نے کہا۔

"آپؓ مکے جا رہے ہیں تو بے شک جائیے، لیکن مکے سے کوفے کا رخ ہرگز نہ کیجئے گا۔" وہاں کے لوگ بے وفا ہیں۔ آپؓ کے والد کو وہاں قتل کیا گیا، آپؓ کے بھائی وہاں بے بس ہو گئے، وہ لوگ آپؓ سے بھی وفا نہیں کریں گے۔"

حضرت امام حسینؓ آگے بڑھے، مکے میں جا کر اترے، وہاں کے لوگ آپؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپؓ کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی وہاں موجود تھے، کعبے سے ذرا الگ نہیں ہوتے تھے، لوگوں کے ساتھ وہ بھی امام حسینؓ کے پاس آتے۔

☆☆☆

ادھر اہل کوفہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر ملی تو وہ یزید کے خیال سے پریشان ہو گئے، پھر انہیں یہ خبر بھی ملی کہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور دونوں مکے چلے آئے ہیں تو انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا۔ اس وقت کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر تھے۔ کوفے کے لوگ سلیمان بن مرد کے مکان پر جمع ہوئے، سلیمان بن مرد نے ان سب سے کہا۔

''معاویہؓ وفات پا گئے ہیں، امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، اب اگر تم انہیں اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہو اور ان پر اپنی جانیں نثار کرنے کا وعدہ کرتے ہو تو انہیں خط لکھ دیا جائے۔'' سب نے یہ بات منظور کی اور اس طرح حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں پہلا خط لکھا گیا۔ اس خط کے الفاظ یہ تھے۔

''آپؓ یہاں تشریف لے آیئے، ہم لوگوں نے نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی، نہ جمعہ اور عید کی نماز میں اس کے ساتھ شریک ہوئے ہیں، اگر آپؓ تشریف لے آئیں گے تو ہم اسے نکال دیں گے۔''

اس خط کو عبداللہ بن سبیع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا گیا اور انہیں یہ حکم بھی دیا گیا کہ جلد پہنچا دو۔ دونوں آدمی خط لے کر روانہ ہوئے اور حضرت امام حسینؓ کو رمضان کی دس تاریخ کو ملے۔ اس خط کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر، عبدالرحمن بن عبداللہ اور عمارہ بن سلول کے ہاتھ تقریباً ترپن خط روانہ کیے۔ پھر ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کے ہاتھ خط روانہ کیا گیا۔

[illegible]

ہے۔ جلدی کیجئے، جلدی کیجئے۔ آپ کو لشکر تیار ملے گا۔"

یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں پہنچے۔ آپؓ نے ان خطوں کو پڑھا، لوگوں کا حال دریافت کیا اور پھر یہ جواب لکھ کر دیا۔

"تم لوگوں کے خط مجھے ملے۔ تم سب کا یہ کہنا ہے ہمارا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، آپؓ آیئے، میں اپنے بھائی کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، وہ تم لوگوں کا حال اور یہاں کے سب حالات مجھے لکھ بھیجیں گے۔ اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تم سب واقعی ایسا ہی چاہتے ہو تو میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ اپنی جان کی قسم قوم کا رہنما وہی شخص ہوسکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے۔ انصاف کرے، حق کا طرفدار ہو، خدا پر بھروسہ رکھے، والسلام۔

☆☆☆

قاصدوں کو روانہ کرنے کے بعد آپؓ نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؓ بن عقیل کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا۔

"تم کوفہ جاؤ اور دیکھو کہ یہ لوگ مجھے جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ سچ ہے۔ اگر حالات موافق ہوں تو مجھے خط لکھ دینا، میں بھی چلا آؤں گا۔ آپؓ نے انہیں ایک خط بھی لکھ کر دیا۔

حضرت مسلم بن عقیلؓ خط لے کر روانہ ہوگئے۔ مکے سے مدینے پہنچے، مسجد نبوی میں نماز پڑھی، پھر وہاں سے رخصت ہوئے۔ آخر کار پانچ ذی الحجہ 60ھ کو کوفے میں داخل ہوئے۔ کوفے کے لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے، آپ انہیں حضرت اما

حسینؓ کا خط پڑھ پڑھ کر سناتے رہے۔ خط سن کر لوگ رونے لگتے اور ہر طرح ساتھ دینے کا وعدہ کرتے۔ آپؓ نے یہ حالات دیکھ کر حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ فوراً پہنچئے۔ رفتہ رفتہ اس بات کی خبر کوفے کے گورنر نعمان بن بشیر تک پہنچی۔ یہ نرم طبیعت تھے۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا۔

"مجھ سے جب تک کوئی نہ لڑے گا، میں اس سے نہیں لڑوں گا، لیکن اگر کسی نے گڑبڑ کی تو میں اس سے نبٹ لوں گا۔"

اسکے یہ الفاظ یزید کے طرف داروں نے سنے تو وہ سمجھ گئے کہ نعمان بن بشیر ڈھیل دے رہے ہیں، چنانچہ ان میں سے چند لوگوں نے ان حالات کی خبر یزید کو دی۔ یہ بھی لکھ دیا کہ لوگ مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؓ کی بیعت دھڑا دھڑ کر رہے ہیں اور نعمان بن بشیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے، لہذا اگر کوفے کی ضرورت ہے تو کسی اور حاکم کو بھیج دو۔

یزید کو یہ خط ملا تو اس نے ایک شخص سرجون سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو کوفے کا حاکم عبیداللہ ابن زیاد کو بنا کر بھیج دو، وہ سب کام ٹھیک کر دے گا۔"

یزید نے اس مشورے کو پسند کیا، عبیداللہ ابن زیاد ان دنوں بصرے کا حاکم تھا، یزید کا حکم اسے ملا وہ کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنا منہ چھپا لیا، لوگ سمجھے، امام حسینؓ آ گئے۔ وہ اس کا استقبال کرنے لگے، لیکن زیاد نے کسی کو کچھ جواب نہ دیا، یہاں تک کہ کوفے کے محل تک جا پہنچا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ نعمان بھی انہیں

امام حسینؑ سمجھا اور محل کا دروازہ بند کرا دیا، عبیداللہ ابن زیاد نے قریب جا کر کہا۔

"دروازہ کھول دو، میں ابن زیاد ہوں۔"

یہ سن کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور عبیداللہ ابن زیاد محل میں داخل ہو گیا۔

نماز کا وقت ہوا تو اس نے مسجد میں آ کر اعلان کیا۔

مجھے تمہارے شہر کا والی مقرر کیا گیا ہے، مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیلؑ کوفے میں موجود ہیں۔ انہیں پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، ورنہ میرے ظلم کا نشانہ بنو گے۔

مسلم بن عقیلؑ اس وقت مختار کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہیں عبیداللہ ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو مختار کا گھر انہیں غیر محفوظ لگا اور وہ ہانی کے گھر چلے آئے۔

ہانی نے انہیں اپنے گھر میں پناہ دی۔

عبیداللہ ابن زیاد کو حضرت مسلم بن عقیلؑ کا کچھ پتا نہ چلا تو اس نے ایک جاسوس کو بھیجا، جاسوس یہ ظاہر کرتا ہوا ہانی کے گھر تک پہنچ گیا، وہ حضرت امام حسینؑ کی بیعت کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس طرح وہ مسلم بن عقیلؑ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے فوراً عبیداللہ ابن زیاد کو خبر دی۔ عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ہانی بن عروہ کو بلا بھیجا۔ اس کے آدمی ہانی کو لے کر عبیداللہ کے سامنے پہنچے تو اس نے ان سے کہا۔

"تم نے ایک شخص مسلم بن عقیلؑ کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔"

"یہ غلط ہے۔" ہانی نے کہا۔

ہانی بن عروہ کا جواب سن کر عبید اللہ نے اس جاسوس کو ان کے سامنے کر دیا۔ ہانی اسے دیکھ کر سمجھ گئے کہ اب جھوٹ سے کام نہیں چلے گا، چنانچہ اس بات کا اقرار کر لیا کہ مسلمؑ ان کے گھر میں ہیں۔

''تو پھر انہیں میرے پاس لے آؤ۔'' عبید اللہ ابن زیاد نے کہا۔

''خدا کی قسم میں اپنے مہمان کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا۔''

''تمہیں یہ کرنا ہوگا۔'' عبید اللہ نے کہا۔

''نہیں کروں گا''

یہ سن کر عبید اللہ ابن زیاد نے اپنی آدمیوں سے کہا کہ اسے پکڑ کر میرے قریب لاؤ۔ وہ قریب لے گئے تو ان کی ناک اور پیشانی پر لکڑی مارتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ناک چہرے پر سے غائب ہوگئی اور ان کے کپڑے خون سے بھر گئے۔ چہرے اور ماتھے کا گوشت داڑھی پر لٹک آیا تو لکڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر اس نے قبضہ چھڑا لیا، اس پر عبید اللہ نے کہا۔

''اب میرے لیے تمہارا قتل جائز ہوگیا، لے جاؤ اسے اور کسی حجرے میں بند کر دو۔''

☆☆☆

[illegible] کر دیا گیا۔ ان کے قبیلے کے لوگ ان کے [illegible] اور ان سب کو ساتھ لے کر محل کی طرف [illegible] ابن زیاد کو مسلمؑ کے آنے کی

خبر ملی تو اس نے محل کا دروازہ بند کرا دیا محل کے چاروں طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ مسجد اور بازار لوگوں سے بھر گئے تھے۔

عبیداللہ کی پریشانی کا کیا پوچھنا۔ اس وقت اس کے پاس کل پچاس کے قریب آدمی تھے۔ یہ لوگ جب محل کے اوپر سے اس ہجوم کو دیکھتے تھے تو پریشان ہو جاتے تھے۔ آخر عبیداللہ نے یہ چال چلی کہ اس کے پاس جو لوگ قبیلوں کے سردار تھے، انہیں محل کی چھت پر بھیجا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ڈراؤ دھمکاؤ، انہیں نے یہ کام شروع کیا اور کچھ دیر نہ گزری تھی کہ لوگ کھسکنے لگیں۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے وقت حضرت مسلمؓ کے گرد تیس سے زیادہ آدمی نہ رہے۔ انہوں نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا، آپؓ مایوس ہو کر واپس مڑے، کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ تھا، چلتے چلتے ایک گھر کے سامنے رکے۔ اس گھر میں طوعہ نامی عورت اپنے بیٹے کے ساتھ رہتی تھی۔ آپؓ نے اس سے پانی مانگا، پانی پینے کے بعد بھی جب آپ وہاں سے نہ گئے تو اس نے پوچھا۔

''خدا کے بندے، تو نے پانی پی لیا، اب یہاں کیوں کھڑا ہے۔'' آپؓ نے فرمایا۔

''میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں، میں مسلم بن عقیلؓ ہوں، لوگوں نے مجھے دھوکا دیا۔''

یہ سن کر بڑھیا نے کہا، اگر آپؓ مسلم ہیں تو اندر آ جائیں۔ انہیں ایک حجرہ دیا۔ کھانا لے کر آئی۔ آپؓ نے کچھ نہ کھایا۔ اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا۔ بیٹے کو جب یہ معلوم

ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ نے ان کے گھر میں پناہ لے رکھی ہے تو اس نے محمد بن اشعث کے بیٹے کو یہ خبر دے دی۔ اس نے جا کر باپ کو خبر دی۔ محمد بن اشعث عبید اللہ ابن زیاد کا خاص آدمی تھا۔ اس نے عبید کو خبر دی، عبید اللہ نے ساتھ ستر آدمی محمد بن اشعث کو دے کر طوعہ کے گھر کی طرف روانہ کیا۔

☆☆☆

گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر حضرت مسلمؓ سمجھ گئے کہ یہ لوگ مجھے پکڑنے کے لیے آئے ہیں۔ انہوں نے تلوار نکال لی اور ان لوگوں کی طرف بڑھے۔ حملہ آور مکان میں گھس گئے۔ حضرت مسلمؓ نے تلواریں مار مار کر سب کو باہر نکال دیا۔ انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا، حضرت مسلمؓ نے بھی حملے کا جواب دیا۔ ایک شخص بکیر بن حمران نے ان کے منہ پر تلوار ماری، آپؓ کا اوپر والا ہونٹ کٹ گیا۔ نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا، سامنے کے دو دانت گر گئے۔

حضرت مسلمؓ نے بھی اس کے سر پر کاری ضرب لگائی۔ پھر دوسری تلوار اس کے کاندھے پر اس زور سے ماری کہ سینے تک اتر گئی۔ یہ حالت دیکھ کر سب لوگ مکان کے پچھلے حصے پر چڑھ کر ان پر پتھر برسانے لگے اور بانس کے ٹکڑوں کو آگ لگا لگا کر اندر پھینکنے لگے، یہ دیکھ کر آپ مکان سے باہر نکل آئے اور تلوار چلانے لگے۔ جب محمد بن اشعث نے دیکھا کہ وہ کسی طرح قابو میں نہیں آ رہے تو پکار اٹھا۔

"آپ کے لیے امان ہے تلوار چلانا بند کر دیں، کیوں خود کو قتل کرتے ہیں۔"

حضرت مسلمؓ نے تلوار چلانا بند کیا اور جواب میں کہا۔

''مجھے ڈر ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ کہہ رہے ہو اور دھوکا دو گے۔''

''کوئی تم سے جھوٹ نہیں بول رہا اور نہ تمہارے ساتھ دھوکا کیا جائے گا۔''

حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ اس وقت تک زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔ جنگ کرنے کی طاقت ان میں نہیں رہی تھے، چنانچہ مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ابن اشعث قریب آ کر کہنے لگا۔

''آپ کے لیے امان ہے۔'' آپ نے کہا۔

''میرے لیے امان ہے؟''

''ہاں! امان ہے۔'' سب پکار اٹھے، حضرت مسلمؓ نے جواب دیا۔

اگر تم لوگ مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنا ہاتھ ہرگز تمہارے ہاتھ میں نہ دیتا۔''

انہیں ایک خچر پر سوار کر دیا گیا۔ تلوار ان سے لے لی گئی۔ اس وقت حضرت مسلمؓ کو اپنے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا۔

''یہ پہلا دھوکا تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا ہے۔''

''مجھے امید ہے، تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' ابن اشعث بولا۔

''بس امید ہی امید ہے، تم نے مجھے امان دی تھی، پھر تلوار کیوں مجھ سے لے لی گئی۔''

یہ کہا اور رونے لگے، ایک شخص سلمٰی نے انہیں روتے دیکھ کر کہا۔

''اب روتے کیوں ہو، ایسے کاموں کا انجام تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔'' حضرت مسلمؓ نے جواب میں فرمایا۔

''میں اپنے لیے نہیں، میں تو حسینؓ اور ان کی اولاد کے لیے رو رہا ہوں جو ادھر آنے والے ہیں۔'' یہ کہہ کر آپؓ محمد بن اشعث کی طرف مڑے اور بولے۔

''اے بندہ خدا! میں سمجھتا ہوں، تم مجھے امان تو نہیں دے سکے گا، کم از کم اتنا سلوک تو میرے ساتھ کر کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسینؓ کے پاس بھیج دے، میں انہیں یہاں آنے کے لیے خط لکھ چکا ہوں، آج کل میں ہی وہ یہاں آنے والے ہوں گے، ان کے گھر والے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے، میں انہی کے لیے بے تاب ہوں، میری طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچا دے کہ مسلمؓ گرفتار ہو چکے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ آپؓ یہاں تشریف لائیں اور قتل کیے جائیں، آپؓ سب کو ساتھ لے کر واپس لوٹ جایئے، کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپؓ کے والد نے مرنے اور شہید ہو جانے کی تمنا کی تھی، اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بولے اور مجھ سے بھی۔''

محمد ابن اشعث نے کہا، خدا کی قسم، میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دوں گا کہ میں آپ کو امان دے چکا ہوں۔

اس کے بعد محمد ابن اشعث نے ایاس طائی کو جو ایک شاعر تھا، حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں ایک خط دے کر روانہ کیا۔ اس خط میں وہی کچھ لکھا تھا جو حضرت مسلمؓ نے کہا تھا۔ اسے سامان سفر بھی دیا۔ ایاس روانہ ہوا۔ چار دن کے سفر کے بعد زبالا کے مقام پر حضرت امام حسینؓ سے ملا اور خط انہیں دیا۔ آپؓ نے خط پڑھا اور فرمایا۔

''جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

☆☆☆

محمد بن اشعث حضرت مسلمؓ کو لے کر کوفے کے محل میں داخل ہوا اور عبید اللہ ابن زیاد سے کہا۔

''میں مسلمؓ کو امان دے چکا ہوں۔'' ابن زیاد بولا۔

''تم امان دینے والے کون ہو۔ تمہیں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ جا کر انہیں امان دو تمہیں تو اس لیے بھیجا تھا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ۔'' ابن اشعث یہ سن کر چپ ہو رہا۔

حضرت مسلمؓ جب محل کے دروازے پر پہنچے تو بہت پیاسے تھے، انہوں نے پانی مانگا تو ایک شخص مسلم ابن عمرو نے کہا۔

''دیکھو! کتنا ٹھنڈا ہے، لیکن اس میں سے ایک بوند بھی تمہیں نہیں ملے گی۔ دوزخ کا کھولتا ہوا پانی تمہارے پینے میں آئے گا۔''

''تو کون ہے؟ حضرت مسلمؓ نے پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا۔

''میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔'' آپؓ نے فرمایا۔

''اے باہلی کے بیٹے! دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی کا زیادہ حق دار تو ہے۔'' یہ کہہ کر آپ دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے۔ وہاں موجود ایک شخص عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا اور وہ ایک برتن میں ان کے لیے پانی لے آیا، لیکن چونکہ آپؓ بری طرح زخمی تھے، ہونٹ تک کٹ گئے تھے، اس لیے جونہی پانی پینے لگتے، پانی میں خون شامل ہو جاتا، جب تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو آپؓ نے فرمایا۔

''شاید یہ پانی میری قسمت میں نہیں، اگر ہوتا تو پی لیتا۔''

اب وہ لوگ حضرت مسلمؓ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے گئے، آپؓ نے اسے سلام نہ کیا، ایک سپاہی بولا،

''تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے؟''

''امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں سلام کس لیے کروں۔''

یہ سن کر عبید اللہ ابن زیاد بولا۔

''بے شک میں تجھے قتل کروں گا۔''

''بس! یہی بات ہے۔'' حضرت مسلمؓ نے پوچھا۔

''ہاں! بس یہی بات ہے۔'' ابن زیاد نے کہا، اس پر حضرت مسلمؓ نے کہا۔

''تو پھر مجھے ذرا اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دو۔'' یہ کہہ کر آپؓ نے عمرو بن سعد سے وصیت کی۔

''کوفے میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے، میرا یہ قرض چکا دینا میری لاش کا خیال رکھنا، اسے ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا،

حسینؓ کے پاس کسی کو بھیج دینا کہ ادھر نہ آئیں۔''

یہ وصیت سن کر عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو بھی بتا دیا کہ حضرت مسلمؓ نے ان سے کیا کہا تھا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا۔

''تم چاہو تو اس وصیت کو پورا کر سکتے ہو'' میں تمہیں نہیں روکتا۔'' اس کے بعد ابن زیاد نے مسلمؓ کو قتل کرنے کے واسطے میں پانی لانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے سپاہیوں سے کہا کہ

انہیں محل کی چھت پر لے جاؤ اور ان کی گردن تن سے الگ کر کے سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دو۔"

وہ لوگ حضرت مسلم بن عقیلؓ کو چھت پر لے چلے، آپؓ تکبیر پڑھنے لگے اور کہتے جاتے تھے۔

"خداوند! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے"

اور چھت پر لے جا کر ان کا سر قلم کر دیا گیا، ان کے بعد ہانی بن عروہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ ابن زیاد نے ان دونوں کے سر یزید کو بھیج دیے، ادھر سے اس نے زیاد کے اس کام کی تعریف کی۔

☆☆☆

حضرت مسلم بن عقیل کو کوفے کی طرف روانہ کرنے کے بعد حضرت امام حسینؓ خود بھی کوفے کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ ان کی تیاری کی خبر ان کے ہمدردوں کو ہوئی تو انہوں نے اس ارادے سے باز رہنے کی درخواست کی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمٰن ان کے پاس پہنچے اور کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپؓ عراق جانے کا ارادہ کر چکے ہیں، وہاں آپؓ کے لیے خطرہ ہے، آپؓ اس شہر میں جاتے ہیں جہاں کے لوگ دولت کے غلام ہیں، اس شہر کے لوگوں نے تو آپؓ کے والد کا بھی ساتھ نہ دیا، وہ لوگ آپؓ کا ساتھ بھی نہیں دیں گے۔" آپؓ نے ان کے یہ الفاظ سن کر ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا۔

"جو مقدر میں ہے، وہ ہو کر رہے گا۔"

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ تشریف لائے، انہوں نے بھی یہی کچھ کہا، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر آئے اور یہی کہا کہ آپؓ کوفے نہ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوبارہ آئے اور بولے۔

"اگر جانے کا ارادہ کر ہی لیا ہے اور اس ارادے سے رہ نہیں سکتے تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔"

آپؓ نے ان سب کی باتوں کا صرف ایک ہی جواب دیا۔

"خدا کا حکم ٹل نہیں سکتا۔"

آخر کار آپؓ کے سے نکلے کھڑے ہوئے۔ راستے میں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ آپؓ نے اس سے پوچھا۔

"یہ تو بتاؤ...... کوفے کے لوگوں کا کیا حال ہے۔"

اس نے کہا۔

"لوگوں کے دل آپؓ کی طرف ہیں اور تلواریں یزید کی حمایت میں اٹھیں گی۔"

☆☆☆

آپؓ ابھی کے سے نکلے ہی تھے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بچوں عون اور محمد کو ایک خط دے کر ان کی خدمت میں بھیجا، اس میں لکھا تھا۔

"میں آپؓ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آیئے۔ مجھے خوف آتا ہے کہ آپؓ جہاں جا رہے ہیں وہاں آپؓ اور آپؓ کے ساتھی تباہ نہ ہو

جائیں۔ آپؓ اگر ہلاک ہوئے تو دنیا میں اندھیر ہو جائے گا، اہل ایمان کا سہارا آپؓ ہی کی ذات ہے، جلدی نہ کیجئے، اس خط کے پیچھے میں بھی آتا ہوں۔"

غرض حضرت عبداللہ بن جعفر یحییٰ بن سعید کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور مکے کے حاکم کی طرف سے آپؓ کے لیے امان کا حکم نامہ بھی لکھوا کر لے گئے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، انہوں نے خواب میں مجھے جو حکم دیا ہے۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔ اس میں میرے لیے نقصان ہو یا نفع۔"

دونوں نے پوچھا۔

"وہ خواب کیا ہے؟" آپؓ نے فرمایا۔

"نہ میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے، نہ کروں گا...... یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں گا۔"

☆☆☆

آپؓ قادسیہ سے ابھی تین میل کے فاصلے پر تھے کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کا پیغام پہنچا، قاصد نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی اطلاع دی اور ان کی خواہش بیان کی کہ آپؓ واپس پلٹ جایئے۔"

قاصد کی یہ بات سن کر حضرت مسلم بن عقیلؓ کے سب بھائی بیٹے پکار اٹھے۔

"خدا کی قسم جب تک مسلمؒ کا انتقام نہ لے لیں گے واپس نہیں لوٹیں گے۔ یا سب کے سب قتل ہو جائیں گے۔" ان کی بات سن کر آپؓ نے بھی فرمایا۔

"تمہارے بغیر زندگی کا کیا لطف ہے۔"

یہ کہا اور آگے بڑھے، اس وقت آپؓ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھے، حالانکہ جب آپؓ مکے سے روانہ ہوئے تھے تو بہت سے لوگ آپؓ کے ساتھ ہو گئے تھے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپؓ خلافت کی طرف نہیں شہادت کے راستے پر جا رہے ہیں تو انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور واپس پلٹ گئے تھے۔ بس صرف وہی لوگ رہ گئے جو آپؓ کے ساتھ مدینے سے چلے تھے۔ دراصل جو راستے میں آپؓ کے ساتھ شامل ہوئے تھے وہ یہ سمجھے تھے کہ حضرت حسینؓ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں لیکن جب ان کو حضرت مسلم کے قتل کی خبر ہوئی تو ساتھ چھوڑ گئے۔

آپؓ ایک وادی بطن عقبہ میں اترے تو وہاں بنی عکرمہ کے ایک شخص نے آپؓ سے کہا۔

"میں آپؓ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ لوٹ جائیے، آپؓ برچھیوں اور تلواروں میں چلے جا رہے ہیں، جن لوگوں نے آپؓ کو بلایا ہے۔ وہ آپؓ سے وفا نہیں کریں گے۔"

آپؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

"اے خدا کے بندے! میں جانتا ہوں، تو نے جو کہا، وہ بالکل سچ ہے لیکن میں کیا کروں، خدا کی مرضی یہی ہے۔"

☆☆☆

عبید اللہ ابن زیاد کو حضرت حسینؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے عمرو بن سعد کو بلا بھیجا وہ آیا تو اس سے کہا۔

''میں تمہیں رے کی حکومت دیتا ہوں۔ اگر تم جا کر حسینؓ کو گھیر لو اور انہیں قتل کر دو۔'' عمرو بن سعد یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا، پھر بولا۔

''مجھے تو اس کام سے معاف ہی رکھیے۔''

''میں تمہیں ایک رات کی مہلت دیتا ہوں، دیکھ لو، رے کی حکومت چاہتے ہو یا نہیں۔''

عمرو بن سعد رات بھر سوچتا رہا، آخر لالچ اس پر چھا گیا اور وہ حضرت امام حسینؓ سے مقابلے کے لیے رضامند ہو گیا۔

☆☆☆

حضرت امام حسینؓ نے مقام اشراف میں قیام کیا۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے، سامنے سے آپؓ کو ایک لشکر کا ہراول دستہ دکھائی دیا تو آپؓ بائیں جانب مڑ گئے تاکہ کسی مناسب جگہ پڑاؤ کر سکیں۔ ہراول دستے نے بھی اسی طرف کا رخ کیا۔ ان کی برچھیوں کے پھل شہد کی مکھیوں کے غول معلوم ہو رہے تھے۔ آخر آپؓ ذو حسم کی وادی میں اتر پڑے۔

اتنے میں ایک ہزار سواروں کا دستہ وہاں آ پہنچا۔ اس دستے کا سوار حر بن یزید تھا۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں کو پانی پلا دیں اور خود بھی پانی پئیں۔ ادھر حر کے لشکر کا ایک سپاہی پیچھے رہ گیا۔ آپؓ نے جب اس کی اور اس کے

گھوڑے کی خستہ حالت دیکھی اسے اور اس کے جانور کو پانی پلایا۔

حر ابن زیاد نے ہزار سوار دے کر اس لیے روانہ کیا تھا کہ باقی لشکر پہنچنے تک حضرت امام حسینؓ کو روکے رکھے، چنانچہ حر انہیں روکے رہا، یہاں تک ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپؓ کے ایک ساتھی نے اذان دی۔ آپؓ امامت کے لیے کھڑے ہوئے تو حر اور اس کے ساتھیوں سے فرمایا۔

"اے لوگو! تم لوگوں کے خط اور تمہارے پیغامبر پیغام لے لے کر میرے پاس جب تک نہیں آئے، تم لوگوں کے پاس نہیں آیا۔ ان خطوط میں لکھا تھا، ہم لوگوں کا کوئی امام نہیں ہے، چنانچہ میں تمہارے پاس آ گیا ہوں، اب اگر میرا آنا تمہیں ناگوار گزرا ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

آپؓ کی یہ بات سن کر سب لوگ خاموش رہے۔ پھر آپؓ نے حر سے پوچھا، تم لوگ الگ نماز پڑھو گے یا ہمارے ساتھ۔" حر نے جواب دیا۔

"نہیں ہم سب آپؓ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔"

آپؓ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمے میں چلے گئے۔ اس طرح عصر کی نماز ادا کی گئی۔ اس موقع پر آپؓ نے خطاب فرمایا۔

"اے لوگو! اگر تم خدا کا خوف کرو گے اور حق داروں کے حق کو پہچانو گے تو خدا بھی تم سے خوش ہوگا، ہم لوگ اہل بیعت ہیں، یہ لوگ جو تم پر حکومت کا دعویٰ رکھتے ہیں، ہرگز اس کے حق دار نہیں، تم نے جو کچھ اپنے خطوط میں لکھ لکھ کر بھیجا تھا، اب اگر تمہاری رائے بدل گئی تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاتا ہوں۔" یہ سن کر حر نے کہا!

''خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم، وہ کیسے خطوط ہیں جن کا آپؑ ذکر فرما رہے ہیں۔''
یہ سن کر آپؑ نے عقبہ بن سمعان سے کہا کہ وہ دونوں تھیلے جن میں خطوط ہیں، لے آؤ۔
عقبہ دونوں تھیلے نکال لائے۔ دونوں میں خط بھرے ہوئے تھے۔ آپؑ نے ان سب کے سامنے خطوط بکھیر دیے۔ خطوط دیکھ کر حر نے کہا۔

''جن لوگوں نے آپؑ کو یہ خط لکھے ہیں، ہم ان میں سے نہیں ہیں اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم آپؑ تک پہنچ جائیں تو آپؑ کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں، اور ہم اس حکم کو ضرور پورا کریں گے۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا۔

''ایسا کرنے سے تیرے لیے مر جانا کہیں بہتر ہے۔''

یہ کہہ کر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کا حکم دیا، جب سب سوار ہو گئے تو آپؑ نے اپنے انصار سے فرمایا۔

''ہم سب کو واپس لے چلو۔''

وہ واپس ہونے لگے تو حر اور اس کا رسالہ راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر آپؑ نے حر سے کہا۔

''تیری ماں تجھے روئے، آخر تو چاہتا کیا ہے؟''

''میں آپؑ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔''

''خدا کی قسم، میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔'' آپؑ نے فرمایا۔

''میں آپؑ کو ساتھ لے جائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ جملے تین تین بار دہرائے گئے۔ جب تکرار بڑھ گئی تو حر نے کہا۔

''آپؑ سے جنگ کرنے کا تو مجھے حکم نہیں، صرف اتنا ہی حکم ملا ہے کہ جب تک آپؑ کو کوفے نہ لے آؤں، آپؑ کے پاس سے نہ سرکوں...... آپؑ اس بات پر تیار نہیں تو کسی ایسے راستے پر چلئے جو نہ کوفے کو جاتا ہوں اور نہ مدینے کو، میں ابن زیاد کو خط لکھ دیتا ہوں، آپؑ بھی اگر چاہیں تو یزید یا ابن زیاد کو خط لکھ بھیجیں، شاید خدا کوئی ایسی صورت نکال دے کہ ہم اس الجھن سے نکل آئیں۔ آپؑ عذیب اور قادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ جایئے۔''

آپؑ نے یہ تجویز منظور کی اور اپنے انصار کے ساتھ روانہ ہوئے، حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔

☆☆☆

بیضہ کے مقام پر آپؑ نے اپنے اور حر کے ساتھیوں کے سامنے خدا کی تعریف کرنے کے بعد یہ خطبہ دیا۔

''اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو اور جو حرام کو حلال سمجھتا ہوں، جو خدا کے عہد کو توڑتا ہو اور سنت رسولؐ کے خلاف کرتا ہو جو خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم اور سرکشی سے پیش آتا ہوں اور پھر وہ شخص اس بادشاہ پر اپنے قول اور فعل سے اعتراض نہ کرے تو خدا اسے بھی اسی کے برابر سزا دے گا، سنو! ان حکام نے شیطان کی پیروی اختیار کرلی ہے، خدا کی اطاعت کو ترک کردیا ہے، ان پر اعتراض کرنے کا حق سب سے زیادہ مجھے ہے، تمہارے خط میرے پاس آئے۔''
تمہارے [illegible] میرے پاس یہ پیغام لے کر آئے کہ تم سب میری بیعت کے لیے تیار

ہو۔اب اگرتم میری بیعت کروں گے تو فائدے میں رہوں گے،سنو!میں حسینؓ ہوں، علیؓ اور فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ کا فرزند، اگرتم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان کو توڑا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی،تم نے میرے باپ کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔"

وادی ذی حسم میں آپؓ کا خطبہ اللہ کی تعریف کے بعد ان الفاظ پر مشتمل تھا۔

''تم لوگ دیکھ رہے ہو، کیا حال ہو رہا ہے، دنیا بدل گئی، پہچانی نہیں جاتی، نیکیاں گئی گزری ہوگئی ہیں۔اب باقی کیا رہا، تلچھٹ اور بری زندگانی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا، باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا،مومن کو چاہیے،اب حق پر رہ کر خدا سے ملاقات کرے، میں دیکھتا ہوں کہ مرجانا شہادت ہےاور ظالموں میں زندگی بسر کرنا ناگوار بات ہے۔"

ان کا یہ خطبہ سن کر زہیر بن قین جوش سے بھر گئے اور اٹھ کر بولے۔

''یا ابن رسولؐ اللہ! آپؓ کے ارشاد کو ہم قبول کرتے ہیں، خدا کی قسم اگر دنیا ہمارے لیے باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے اور آپؓ کی مدد کرنے کی خاطر ہمیں یہ دنیا چھوڑتی پڑتی تو ہم یہاں رہنے کی بجائے اسے چھوڑنا ہی پسند کرتے۔"

آپؓ نے یہ الفاظ سن کر زہیر بن قین کے لیے دعا فرمائیں۔حر آپؓ کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا تھا۔اور کہتا جاتا تھا۔

''میں آپؓ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی جان کا خیال کریں، اگر آپؓ حملہ کیا تو بھی آپؓ ہلاک ہوں گے اور اگر آپؓ پر حملہ ہوا تو بھی آپؓ ہی ہلاک ہوں

گے۔" آپؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

"تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، کیا نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ تم لوگ مجھے قتل کرو گے، اگر ایسا ہی ہے تو میں بھی حق سے منہ نہیں موڑوں گا۔"

حر یہ سن کر آپؓ کے پاس سے سرک گیا، وہ اپنے اس رسالے کے ساتھ ایک طرف چل رہا تھا اور حضرت امام حسینؓ دوسری طرف۔

☆☆☆

عذیب کے مقام پر چار اونٹ سوار کوفے کی طرف سے آتے دکھائی دیئے۔ یہ طرماح ابن عدی اور ان کے ساتھی تھے۔ یہ اس ارادے سے آئے تھے کہ آپؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کریں گے، لیکن اس سے پہلے اپنے بال بچوں کو کچھ غلہ پہنچانا چاہتے تھے۔ آپؓ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دی اور کوفے والوں کا حال پوچھا تو وہ بولے۔

"بڑے بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ انہیں بڑی بڑی رقمیں دے کر خاموش کر دیا گیا ہے، رہے اور لوگ، ان کے دل آپؓ ہی کی طرف ہیں، لیکن کل یہی لوگ آپؓ کے خلاف تلواریں اٹھائیں گے، میں کوفے میں ایک بہت بڑے لشکر کی تیاری کرتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔ آپؓ کسی بھی صورت اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، لہذا بہتر تو یہی ہے کہ آپؓ میرے ساتھ کوہ اجا پر چلے چلیں، وہاں دس دن کے اندر آپؓ کے گرد بے شمار لوگ جمع ہو جائیں گے، وہ اس وقت تک آپؓ کے دشمنوں سے جنگ [illegible] ہم میں ایک شخص بھی زندہ رہے گا لیکن آپؓ کو کوئی نقصان نہ

پہنچنے دیں گے۔"

آپؑ نے یہ سن کر فرمایا۔

"خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے، بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں اور ہم میں ایک قول ہو چکا ہے، اب ہم واپس نہیں جا سکتے، نہیں معلوم، ہمارا اور ان کا کیا انجام ہو۔"

اس کے بعد طرماح نے اجازت مانگی تاکہ اپنے بال بچوں کو غلہ دے کر واپس آئے اور پھر آپؑ کے ساتھ شامل ہو کر دشمنوں سے جنگ کرے۔ آپؑ نے انہیں اجازت دے دی۔ طرماح بن عدی کا بیان ہے کہ میں چیزیں پہنچا کر جب واپس پلٹا تو بنی ثعلکی راہ سے روانہ ہوا اور عذیب کے مقام پر پہنچا ہی تھا کہ آپؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ یہ خبر سن کر واپس پلٹ آیا۔

☆☆☆

راستے میں ایک جگہ آپؑ ذرا دیر کے لیے اونگھ گئے پھر چونک کر انا للہ وانا الیہ راجعون، الحمد للہ رب العالمین کہا۔ دو تین بار یہی کلمہ آپؑ نے کہا تو آپؑ کے فرزند علی بن حسینؑ گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہا۔

"بابا میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں، آپؑ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا۔"

آپؑ نے کہا۔

"اے فرزند ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی، میں نے ایک سوار کو..... گھوڑے پر دیکھا، اس نے کہا، لوگ تو چلے جا رہے ہیں اور موت ان کے تعاقب میں آ رہی ہے [illegible]

سے میں سمجھ گیا کہ ہمیں شہادت کی بشارت دی گئی ہے۔'' یہ سن کر حضرت علیؑ بن حسینؓ نے فرمایا۔

''قسم ہے اس خدا کی جس کے پاس سب کو جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔'' یہ سن کر حضرت علیؑ بن حسینؓ بولے۔''

پھر ہمیں کچھ پروا نہیں، مریں گے تو حق پر مریں گے''

آپؓ خوش ہو کر بولے۔

''جزاک اللہ، باپ کی طرف سے بیٹے کو جو بہترین جزا مل سکتی ہے، وہ تمہیں ملے۔''

☆☆☆

صبح ہوئی، آپؓ نے نماز پڑھی اور پھر سوار ہوئے۔ حر آپؓ کو گھیر کر کوفے کی طرف لے جانا چاہتا تھا اور آپؓ اس طرف جانے کے لیے تیار نہیں تھے، چنانچہ بائیں طرف مڑتے چلے گئے، یہاں تک کہ نینوا کے قریب پہنچے اور یہیں حضرت امام حسینؓ نے قیام کیا۔ اتنے میں ایک اونٹ سوار ہتھیار لگائے کوفے سے آتا دکھائی دیا۔ سب کے سب اس کا انتظار کرنے لگے۔ قریب آ کر اس نے حر کو سلام کیا اور ابن زیاد کا خط دیا اس خط میں لکھا تھا۔

''[illegible] میرا یہ خط جب تمہیں پہنچے تو حسین کو بہت تنگ کرنا۔ انہیں ایسی جگہ [illegible] پناہ کی جگہ نہ ہو، جہاں پانی نہ ہو، دیکھو قاصد کو [illegible] تم پر نگران رہے تمہارا ساتھ نہ چھوڑے'' یہ خط حر نے حضرت امام

حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی سنا دیا اور انہیں اس مقام سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس وقت زہیر بن قیس نے مشورہ دیا۔

''یا ابن رسولؐ اللہ! ہمارے لیے ان لوگوں سے اب لڑ لینا زیادہ آسان ہے، کیونکہ ان کے بعد اتنے لوگ آئیں گے جن کا ہم مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔'' آپؓ نے جواب دیا۔

''میں جنگ میں پہل نہیں کروں گا۔''

''اچھا تو اس قریہ کی طرف چلیے، وہ مقام محفوظ ہے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر انہوں نے ہمیں اس طرف نہ جانے دیا تو اس بات پر ہم ان سے جنگ کر سکتے ہیں۔''

''یہ قریہ کون سا ہے؟'' آپؓ نے پوچھا۔

''آپؓ کو بتایا گیا کہ اس کا نام عقر ہے یعنی زخم۔ آپؓ وہیں اتر پڑے۔ اس مقام کو کربلا کہا جاتا ہے۔ اس روز محرم 61ھ کی دوسری تاریخ تھی اور جمعرات کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح کو عمرو بن سعد ار ہزار کا لشکر لیے کوفے سے یہاں آ پہنچا۔ پھر اس نے عذرہ بن قیس حمسی کو حکم دیا کہ حضرت امام حسینؓ کے پاس جا کر پوچھے، وہ کیوں آئے ہیں، کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ عذرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپؓ کو خط لکھا تھا۔ اسے آپؓ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔ ابن سعد نے اور لوگوں سے بھی یہ پیغام لے جانے کے لیے کہا جنہوں نے آپؓ کو خط لکھے لیکن ان سب نے انکار کر دیا۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھ کر کھڑا ہوا، جو بہت دلیر تھا جس نے کہا [illegible]

پاس جاتا ہوں اور آپ کہیں تو ایک وار میں ان کا کام تمام بھی کر آؤں۔ ابن سعد نے کہا، نہیں میں یہ نہیں کہتا کہ اچانک انہیں قتل کر دو۔ آخر کثیر چلا۔ حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے ابو ثمامہ اسے اچھی طرح جانتے تھے، چنانچہ اس سے کہا، تلوار رکھ دو پھر آگے جانے دوں گا۔ اس نے تلوار رکھنے سے انکار کیا اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد قرہ بن قیس کو بھیجا گیا۔ اس نے ابن سعد کا پیغام آپؓ کو دیا تو آپؓ نے جواب دیا۔

"تمہارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آیئے، میں آ گیا، اب اگر انہیں میرا یہاں آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

قرہ نے یہ پیغام ابن سعد تک پہنچا دیا۔ ابن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا۔

"میں جب یہاں آ کر حسینؓ کے سامنے اترا تو ایک قاصد ان کے پاس بھیجا، ان سے یہاں آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے، میرے پاس ان کے قاصد آئے، وہ چاہتے تھے میں یہاں آؤں، میں چلا آیا اب اگر میرا آنا انہیں ناگوار گزرا ہے اور قاصدوں سے انہوں نے جو کچھ کہلا بھیجا اب ان کی رائے اس کے خلاف ہو گئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

یہ خط ابن زیاد کو سنایا گیا تو اس نے جواب لکھا۔

"تمہارا خط ملا، جو کچھ تم نے لکھا، معلوم ہوا۔ حسینؓ سے کہو کہ وہ خود اور ان کے تمام ساتھی یزید کی بیعت کر لیں، اگر انہوں نے بیعت کر لی تو جیسا ہم مناسب سمجھیں گے، کریں گے۔" اس خط کے فوراً بعد ہی ایک دوسرا خط اس کا ابن سعد تک پہنچا، اس نے لکھا کہ دریا کے اور حسینؓ کے درمیان رکاوٹ بن جاتا، ایک بوند پانی بھی وہ نہ پی

سکیں۔

اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کا دستہ دے کر روانہ کیا، یہ لوگ نہر پر جا ٹھہرے اور نہر کے کنارے اس طرح پھیل گئے کہ اصحاب حسینؑ پانی نہ لے سکیں۔

☆☆☆

ایسے میں ایک شریر شخص عبداللہ بن حصین قریب آ کر پکارا۔

''اے حسینؑ ذرا پانی کی طرف دیکھو، آسمانی رنگ اس کا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے ، خدا کی قسم تم پیاسے مرجاؤ گے، ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں ملے گا۔'' آپؑ نے اس کے یہ الفاظ سن کر کہا۔

''خداوندا! اس شخص کو پیاس کی تکلیف دے۔''

بعد میں یہ شخص بیمار پڑا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں اس کی تیمارداری کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پیاس پیاس چلائے جاتا ہے، اسے پانی پلایا جاتا ہے لیکن وہ قے کر دیتا ہے، پھر پانی دیا جاتا ہے اور پھر پیاسا ہو جاتا ہے۔ پیاس ہے کہ بجھتی ہی نہیں، مرنے تک اسی حالت میں رہا۔

☆☆☆

جب آپؑ پر اور آپؑ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ بن علیؑ کو بلایا، تیس سوار اور بیس پیادے اور بیس مشکیں ان کے ساتھ کر

دیں اور پانی لانے کے لیے روانہ کیا، یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے، نافع ابن ہلالی جھنڈا لیے سب سے آگے بڑھ گئے۔ عمرو بن حجاج نے انہیں دیکھا تو پوچھا۔

''کون ہے، کیوں آئے ہو۔'' انہوں نے جواب دیا۔''

''ہم تو یہ پانی پینے آئے ہیں جس سے تم لوگوں نے ہمیں محروم کر دیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''پی لو۔'' یہ سن کر نافع ابن ہلالؓ نے کہا۔

''حسینؑ اور ان کے اصحاب بھی تو پیاسے ہیں جب تک وہ پانی نہ پی لیں، بھلا میں کس طرح ایک قطرہ بھی پی سکتا ہوں۔''

اتنے میں سب لوگ نزدیک آ گئے۔ انہیں دیکھ کر عمرو بن حجاج نے کہا۔

''ان سب کو پانی پلانا ممکن نہیں، ہمیں یہاں اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو پانی نہ لینے دیں۔''

نافعؓ بن ہلال اور عباسؑ ابن علیؑ نے پیادوں کو اشارہ کیا کہ دوڑ کر مشکیں بھر لیں۔ پیادے دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھر لیں۔ عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ حضرت عباسؑ اور نافع بن ہلال نے بھی ان پر حملہ کر دیا اور رخ کا منہ پھیر کر رکھ دیا، پیادوں سے کہا نکل جائیں، خود دشمنوں کو روکنے کیلئے ٹھہرے رہے، عمرو بن حجاج کے ایک ساتھی پر نافع بن ہلال نے حملہ کیا، ہلکا سا زخم آیا، لیکن بعد میں یہ زخم پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ انصار حسینؑ مشکیں لیے ہوئے آئے اور آپؑ کی خدمت میں پہنچا [illegible]

[illegible]

☆☆☆

حضرت امام حسینؓ نے عمرو بن سعد کو پیغام بھیجا کہ رات کے وقت ان سے ملاقات کرے۔ دونوں بیس بیس سوار اپنے ساتھ لے کر درمیان میں آئے۔ سواروں کو الگ چھوڑ کر انہوں نے ملاقات کی۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا۔

''تین باتوں میں سے ایک بات منظور کرلو، یا یہ کہ مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو، وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے، یا یہ کہ مجھے اسلامی حکومت کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دو، میں اسلام کے ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑوں گا، یا مجھے واپس جانے دو۔''

آپؓ نے ابن سعد سے تین چار ملاقاتیں کیں۔ آخر اس نے ابن زیاد کو لکھا۔

''خدا نے اختلاف کو ختم کیا، قوم کی بہتری چاہی، حسینؓ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں، وہیں چلے جائیں، یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر چلے جائیں یا یزید کے پاس انہیں جانے دیا جائے۔''

ابن زیاد نے یہ خط پڑھا اور بولا۔

''یہ خط ایسے شخص کا ہے جو اپنے امیر کا ہمدرد ہے، اچھا میں نے اس بات کو منظور کیا۔''

یہ سن کر شمر ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور تلملا کر بولا۔

''کیا یہ بات تو ان کی منظور کرتا ہے، ارے وہ تو تیری زمین پر اترے ہوئے ہیں، تیرے قبضے میں آئے ہوئے ہیں اگر وہ واپس چلے گئے تو انہیں بے تحاشہ قوت اور

غلبہ حاصل ہو جائے گا اور کمزوری تیرا مقدر بن جائے گی، انہیں یہ موقع ہرگز نہیں دینا چاہیے، اس میں تیرے لیے ذلت ہے، ہونا یہ چاہیے کہ وہ سب تیرے حکم پر سر جھکا دیں۔ تو چاہے تو انہیں سزا دے، چاہے تو نہ دے، اور خدا کی قسم میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ حسینؓ اور عمرو بن سعد رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کرتے ہیں۔"

شمر کے الفاظ سن کر ابن زیاد نے کہا۔

"ٹھیک ہے، اچھی رائے تو نے دی۔" پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر شمر کو دیا اور کہا۔

"ابن سعد سے کہو، اگر یہ سب لوگ میرے حکم پر سر جھکا دیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں باندھ کر میرے پاس بھیج دے، اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کر اور اگر ابن سعد نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں نے اسے ہدایت دی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تم ابن سعد پر حملہ کرنا اور اس کی گردن مار دینا، اس کا سر میرے پاس بھیج دینا اور لشکر کی کمان تم خود سنبھال لینا۔

ابن سعد کے نام اس نے جو خط لکھا، اس کے الفاظ یہ تھے۔

"[illegible] میں نے تجھے حسینؓ کے مقابلے میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تو انہیں بچانے کی فکر کرے یا ان پر احسان کرے یا ان کی سلامتی کی تمنا کرے اور ان کی سفارش کرے۔ سن! اگر [illegible] ورنہ ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ [illegible] سب قتل ہو جائیں، سب [illegible] اور پشت پر سواروں کو دوڑا [illegible]

☆☆☆

شمر کو جب یہ حکم ملا تو اسے اپنے بھانجوں کی فکر ہوئی اس کے بھانجے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھے، چنانچہ شمر نے ان کے لیے ابن زیاد سے امان لکھوالی۔ امان کا حکم اس نے اپنے غلام کے ہاتھ روانہ کیا۔ غلام کا نام کرمان تھا اس نے حضرت حسینؓ کے لشکر کے قریب جا کر ان لوگوں کو بلایا اور کہا۔

''تمہارے ماموں شمر نے تمہارے لیے امان بھیجی ہے تم ادھر چلے آؤ۔'' ان جوانوں نے کہا۔

''ہمارے ماموں کو ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا، ہمیں تم لوگوں کی امان کی ضرورت نہیں، ابن زیاد کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔''

☆☆☆

شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمرو بن سعد کے پاس آیا۔ اس نے خط پڑھا تو سمجھ گیا، یہ ساری شرارت شمر کی ہے۔

بھنا کر بولا۔

''افسوس ہے تجھ پر! تو نے یہ کیا حرکت کی، خدا تیرے سائے سے بھی بچائے، یہ تو کیا پیغام میرے لے آیا۔ خدا کی قسم حسینؓ سر جھکانے والے نہیں ہیں۔'' شمر نے اس کی بات کو سنا ان سنا کر کے پوچھا۔

''یہ بتا! تیرا ارادہ کیا ہے؟ اگر اپنے امیر کے حکم پر چلنے کا ارادہ ہے اور اس کے دشمن کو قتل کرنا منظور ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو لشکر مجھ پر چھوڑ دے [illegible]

''نہیں! لشکر تجھے نہیں مل سکتا، میں خود یہ کام کروں گا۔''

''ٹھیک ہے، پھر تم ہی کرو۔''

اب ابن سعد لشکر لے کر چلا، یہ محرم کی نویں تاریخ تھی۔ شمر آ کر حسینؓ کے ساتھیوں کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا۔

''ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔'' یہ سن کر عباس، جعفر اور عثمان بن علی اس کے پاس آئے اور پوچھا۔

''تجھے کیا کام ہے؟'' اس نے کہا۔

''میری بہن کے فرزندو، میں تمہارے لیے امان لایا ہوں۔''

انہوں نے فرمایا۔

''ہم جانتے ہیں۔ تم نے پہلے بھی اپنے غلام کو بھیجا تھا۔ اب پھر سن لو، ہم تجھ پر اور تیری امان پر لعنت بھیجتے ہیں، تو جو ہمارا ماموں ہے، ہمیں تو امان دیتا ہے اور رسول اللہ کے فرزند کو امان نہیں۔''

☆☆☆

اب ابن سعد نے چڑھائی کا حکم دیا۔ نماز عصر کے بعد وہ اپنے لوگوں کو لے کر سوار ہوا۔ اس وقت حضرت امام حسینؓ اپنے خیمے کے سامنے اس طرح بیٹھے تھے کہ دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹکے ہوئے تھے۔ آپؓ کا سر گھٹنوں پر تھا۔ آپؓ کی بہن زینب نے شور کی آواز سنی تو بھائی کے پاس آ گئیں اور کہا۔

''بھائی! آپ نے سنا لوگوں کی آوازیں قریب آ رہی ہیں۔''

حضرت حسینؓ نے سر اٹھایا اور بولے۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا، تم ہمارے پاس آ جاؤ گے۔''

یہ سن کر حضرت زینبؓ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ اس وقت حضرت عباس بن علیؓ آپ کے پاس پہنچے اور بولے۔''

''بھائی وہ لوگ آ پڑے۔'' یہ سن کر آپؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے۔

''گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ اور ان سے پوچھو، تم کیا چاہتے ہو، تمہارا ارادہ کیا ہے؟''

حضرت عباس کوئی بیس سواروں کو لے کر ان لوگوں کے پاس آئے۔ آپؓ کے سواروں میں حبیب بن مظاہر بھی تھے۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا۔

''تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے اے ابن سعد!'' کے لشکر کی طرف سے جواب ملا۔

''ہمارے امیر ابن زیاد کا یہ حکم ہے کہ یا تو تم لوگ اس کے حکم پر سر جھکا دو، ورنہ ہم تم سے لڑیں گے، یہ سن کر حضرت عباسؓ بولے۔

''ذرا ٹھہرو! میں اپنے بھائی سے پوچھ لوں۔''

حضرت عباسؓ گھوڑا اڑاتے ہوئے حضرت امام حسینؓ کی طرف روانہ ہوئے تھوڑی دیر بعد واپس لوٹے اور بولے۔

''میرے بھائی حسینؓ نے کہا ہے کہ تم لوگ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دو تاکہ ہم غور کر لیں، کل صبح انشاءاللہ ہم پھر ملیں گے، اس وقت ہم جواب دیں گے۔''

اس سے آپؓ کا مطلب دراصل یہ تھا کہ آپؓ وہ رات عبادت میں بسر کرنا چاہتے تھے اور اپنے اہل بیعت کو وصیت وغیرہ کر دیں...... ابن سعد نے یہ سن کر شمر سے پوچھا۔

تیری کیا رائے ہے؟" اس نے جواب میں کہا۔

"جو تیری رائے ہے، تو لشکر کا امیر ہے۔" عمرو بن سعد اب لشکر کی طرف مڑا اور بولا۔

"تم سب کی کیا رائے ہے۔ اس پر عمرو بن حجاج نے کہا۔"

"سبحان اللہ! اگر یہ لوگ کفار میں سے ہوتے اور تجھ سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو کیا تو قبول نہ کر لیتا۔" اس کے ساتھ ہی قیس بن اشعث نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ان کی یہ بات مان لے، کل صبح یہ ضرور تم سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔" یہ سن کر ابن سعد نے کہا۔

"اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ صبح یہ لوگ لڑیں گے تو میں انہیں ہرگز مہلت نہ دوں۔" پھر اس نے اپنے ایک آدمی سے کچھ کہا، وہ ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہوا اور پکار کر بولا۔

ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک مہلت دی۔ اگر تم اطاعت کر لو گے تو [illegible] اپنے امیر ابن زیاد کے پاس بھیج دیں گے اور اگر انکار کرو گے تو ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

ابن سعد جب اپنے لشکر کو لے کر پلٹا، شام ہونے لگی۔ حضرت امام حسینؓ نے

اپنے سب ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کیا اور بولے۔

''سنو! میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح ہم لوگوں کو شہادت نصیب ہوگی، تم سب سے میری درخواست ہے کہ سب چلے جاؤ، میری طرف سے تم میں سے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے، دیکھو! رات کی تاریکی چھا گئی ہے، اسے غنیمت سمجھو اور نکل جاؤ، یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔''

لیکن ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی واپس جانے پر تیار نہ ہوا۔ سب نے یہی کہا۔

''لوگ کیا کہیں گے، ہم اپنے بزرگ، اپنے سردار کو چھوڑ کر چلے آئے۔ نہ ان کے ساتھ شریک ہو کر کوئی وار کیا نہ کوئی زخم کھایا۔ ہرگز نہیں، خدا کی قسم یہ ہم سے نہیں ہوگا...... ہم تو اپنی جانیں آپؓ پر قربان کر دیں گے، جو آپؓ کا حال ہوگا، وہی ہمارا ہوگا، خدا وہ زندگی نہ دے جو آپؓ کے بعد ہو۔''

زہیر بن قین نے یہ الفاظ کہے۔

''خدا کی قسم! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں آپؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں، اس طرح ہزار دفعہ قتل کیا جاؤں اور خدا آپؓ کو اور آپؓ کے اہل بیت کو بچا لے۔''

اسی طرح کے جوابات مسلم بن عوسجہ، سعد بن عبداللہ وغیرہ اصحاب نے دیے۔

آپؓ اور آپؓ کے تمام اصحاب رات بھر جاگتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، خدا کا ذکر کرتے رہے، دعائیں مانگتے رہے، اللہ اکبر کرتے رہے۔

☆☆☆

محرم کی دس تاریخ، جمعے کا دن، ابن سعد جب صبح کی نماز پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا، حضرت امام حسینؓ نے بھی اپنے انصار کی صفیں بنائیں۔ ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپؓ کے ساتھ کل بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔

آپؓ نے دائیں طرف زہیر بن قین، بائیں طرف حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو دیا، خیموں کو اپنی کمر پر رکھا، رات کے وقت خیموں کے پیچھے ایک پتلی سی خندق کھود دی گئی تھی، اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دیے تھے۔ اب ان لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی، تا کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔

☆☆☆

ابن سعد نے اپنے لشکر کا سردار عبداللہ بن زہیر کو مقرر کیا، قبیلہ مذحج کا سردار عبد الرحمٰن بن ابی سبرہ کو بنایا، قبیلہ ربیعہ اور کندہ کے لوگوں پر قیس بن اشعث کو سردار مقرر کیا۔ تمیم اور ہمدان کے لوگوں پر حر تھے۔ حر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسینؓ میں شریک تھے۔ ایک حر تھے جو ان لوگوں سے جدا ہو کر حسینؓ کی طرف چلے آئے۔ عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کے دائیں طرف عمرو بن حجاج کو اور بائیں طرف شمر کو مقرر کیا، رسالہ عذرہ بن قیس کو بنایا [illegible] کے حوالے کیے اور اپنے غلام آزاد درید کو لشکر کا علم [illegible]

[illegible] امام حسینؓ کے اصحاب کی طرف بڑھا تو آپؓ نے [illegible] ہاتھ بلند کیے اور فرمایا۔

"خداوندا ہر مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے، ہر طرح کی سختی میں مجھے تجھ سے ہی امید ہے، جو بلا بھی مجھ پر نازل ہو، اس میں تیرا ہی سہارا ہے، میں نے ہمیشہ تجھ پر بھروسہ کیا، تیرے سوا کسی سے کہنے کو دل نہ چاہا، تو نے آفتوں کو ٹال دیا، بس ہر نعمت کا بخشنے والا ہر نیکی کا عطا کرنے والا، ہر مراد کا دینے والا تو ہے۔"

دشمن جب اور قریب آئے تو آپؑ نے اپنا گھوڑا طلب کیا، قرآن منگا کر اپنے سامنے رکھا، پھر بہت بلند آواز میں پکار کر کہا جسے سب لوگ سن سکیں۔

"لوگو! میری بات سن لو، میرے ساتھ جلدی نہ کرو، جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں، مجھے کہہ لینے دو...... مجھے یہ بیان کر لینے دو کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا، اگر تم میری بات سن لو گے اور میرا عذر مان لو گے، میرے ساتھ انصاف کرو گے تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ اگر نہیں تو پھر جو تمہارا ارادہ ہے، کر گزرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو، میرا تو خدا پر سہارا ہے، جس نے کتاب دنیا زل کیا، وہی تو نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔"

آپؑ کا یہ کلام سن کر آپؑ کے اہل خانہ کی عورتوں کو رونا آ گیا، ان کے رونے کی آواز سن کر آپؑ نے حضرت عباسؑ کو انہیں خاموش کرانے کا حکم دیا اور فرمایا:

"انہیں چپ کراؤ، ابھی تو انہیں بہت رونا ہے۔"

عورتوں کے خاموش ہونے کے بعد آپؑ نے فرمایا۔

"میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں، پھر اپنے اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو، کہ میرا قتل کرنا کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے، کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں، کیا میں ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں، کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ

میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں جوانان، اہل جنت کے سردار ہیں، جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں، یہ حق بات ہے، خدا کی قسم جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنے والے سے خدا بیزار ہو جاتا ہے اور اسے اس کے جھوٹ سے ضرور پہنچتا ہے، اسی روز سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! تم میں کچھ لوگ موجود ہیں، ان سے پوچھو تو وہ بیان کریں گے کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ بالکل سچ ہے، جابر بن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی اور زید بن انس بن مالک سے پوچھ کر دیکھ۔ یہ میری تصدیق کریں گے، کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے سے تمہیں نہیں روک سکتا...... یہ تو بتاؤ، تم میرے قتل کے درپے آخر کس لیے ہو، کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون بہایا ہے، یا کسی کا مال ڈبویا ہے، یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو۔"

آپؓ کو ان باتوں کا جواب ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ جب سب خاموش رہے تو آپؓ نے پکار کر کہا۔

"اے شبث بن ربعی، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث تم لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں باغ سرسبز ہو رہے ہیں، تالاب چھلک رہے ہیں آپ کی مدد کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں، آ جائیے۔"

انہوں نے جواب دیا نہیں ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپؓ نے فرمایا۔

"تم نے لکھا تھا، اب اگر تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا ہے تو مجھے دنیا میں کسی طرف [illegible] ہاتھ دینے والا

نہیں، نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنے والا ہو۔"

اب آپؑ نے اپنے ناقہ کو بٹھا دیا۔ عقبہ سمعان نے ناقہ کو باندھ دیا۔ دشمن نے آپؑ پر حملہ شروع کیا تو زہیر بن قین آگے بڑھ آئے اور بولے۔

"اے اہل کوفہ! خدا کے عذاب سے ڈرو۔ زیاد کے بیٹے مردود عبیداللہ کا ساتھ چھوڑ کر رسول اللہ کے نواسے کا ساتھ دو۔"

ان کی یہ بات سن کر انہوں نے زہیر کو سخت سست کلمے کہے اور کہا۔

"ہم جب تک تمہارے سردار اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کرلیں گے یا گرفتار کر کے عبیداللہ کے پاس نہ بھیج دیں گے، اس وقت تک یہاں سے قدم نہیں ہٹائیں گے۔" جواب میں زہیر نے کہا، اگر تم انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑتے تو معاملہ یزید کی رائے پر چھوڑ دو، اس طرح بھی یزید تم سے خوش ہی ہوگا۔"

یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیر کو مارا اور کہا۔

"خاموش! خدا تیری بک بک کو بند کردے، تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا۔ اس دوران کسی شخص نے زہیر کو پکارا اور کہا کہ حسینؑ تمہیں بلاتے ہیں۔ زہیر بن قین واپس پلٹ گئے۔

☆☆☆

اس کے بعد ابن سعد حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حر نے کہا۔

"خدا تیرا بھلا کرے، کیا تو ان سے لڑے گا؟" عمر بن سعد نے کہا۔

"ہاں لڑوں گا اور ایسا لڑوں گا کہ سر اڑیں گے، ہاتھ قلم ہوں گے۔"

سن کر پوچھا۔

''کیا تم ان کی باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں مانے گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ضرور ایسا کرتا، لیکن تیرا امیر نہیں مانتا۔''

اس کا جواب سن کر حر وہاں سے ہٹا اور حضرت امام حسینؓ کی طرف بڑھنے لگا، ابن سعد نے خیال کیا کہ حضرت امام حسینؓ سے لڑنے کے لیے جا رہا ہے۔ حر بن یزید کی برادری کے ایک شخص نے پوچھا۔

''اے ابن زید..... تمہارا کیا ارادہ ہے۔'' حر پہلے تو خاموش رہے پھر کہا۔

''میں اپنے دل میں سوچ رہا ہوں کہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں اور قسم ہے، خدا کی اگر میرے ٹکڑے کر دیے جائیں یا مجھے زندہ جلا دیا جائے، تب بھی میں کسی شے کے لیے بہشت کو نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ کہہ کر حر نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور حضرت امام حسینؓ کے قریب جا پہنچا، پھر عرض کی۔

''یا ابن رسول اللہ! میں وہی شخص ہوں جس نے آپؓ کو واپس نہ جانے دیا، اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا، قسم ہے خدا کی، میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا تھا کہ جتنی باتیں آپؓ ان لوگوں کے سامنے پیش کریں گے یہ ان میں سے ایک بھی نہیں مانیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ ہوگا تو کبھی آپؓ کو نہ روکتا۔ مجھ سے جو قصور ہوگیا ہے اس کی تلافی کے لیے اپنی جان آپؓ کی خدمت میں فدا کرنے کے لیے آیا ہوں۔

یہ فرمایئے، کیا میری توبہ قبول ہوگی۔'' آپؓ نے فرمایا۔

''ہاں تیری توبہ خدا قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ تیرا نام حر ہے۔ یعنی آزاد تو ہمیشہ آزاد رہے گا۔'' یہ سن کر حر بن یزید ابن سعد اور اس کے لشکر کی طرف بڑھا اور کہا۔

''خدا تمہیں تباہ کرے، تم نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ اپنے ارادے سے باز آ جاؤ، ورنہ خدا تمہیں روز محشر پیاسا رکھے گا۔''

یہ سن کر ابن سعد کی فوج کے پیادوں نے حر پر تیر برسائے۔ ابن سعد نے بھی کمان میں تیر جوڑا اور حر پر چھوڑ دیا۔ یہ بچ گئے اور واپس حضرتؓ کے لشکر کی طرف پلٹ آئے۔ اب ابن سعد کی لشکر میں سے دو نوجوان یسار اور سالم باہر نکلے اور مقابلے کے لیے پکارے۔

بنی علیم میں سے ایک شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کوفے آئے ہوئے تھے، ان کی بیوی ام وہب بھی ان کے ساتھ تھی۔ ایک جگہ انہیں ایک لشکر نظر آیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا یہ حضرت حسینؓ کے مقابلے کے لیے جاتا ہے، ان پر جہاد کا جذبہ غالب آیا، رات اپنی بیوی سمیت میدان کربلا میں پہنچ گئے۔ یسار اور سالم نے جو مقابلے کے لیے للکارا تو یہ ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ حضرتؓ سے اجازت لی تو انہوں نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ اپنا نام اور قبیلے کا نام بتانے کے بعد اجازت لے کر وہ ان دونوں کے مقابلے میں آئے۔ انہوں نے جاتے ہی تلوار کا ایک ہاتھ سالم کو مارا، وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ابھی مڑے نہیں تھا کہ یسار نے ان پر حملہ کیا، انہوں نے ان کا وار بائیں ہاتھ پر روکا، ان کے ہاتھ کی

انگلیاں تلوار سے اڑ گئیں، اس کے بعد انہوں نے مڑ کر اس پر بھی وار کیا اور اسے بھی قتل کر دیا، حضرت امام حسینؓ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

ابن سعد کے لشکر کے دائیں طرف عمرو بن حجاج تھا، اب وہ سارے رسالے کو لے کر آگے بڑھا، اصحاب حسینؓ نے تیروں کی بارش کر کے ان کا منہ پھیر دیا۔ اتنے میں ایک شخص عبداللہ بن حوزہ حسینؓ...... حسینؓ کہتا ہوا آگے بڑھا۔

آپؓ نے پوچھا۔

"کیا کہتا ہے۔" اس نے کہا۔

"حسینؓ! تمہیں دوزخ مبارک۔" آپؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"ایسا نہ سمجھ! میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں۔" پھر اپنے اصحاب سے پوچھا۔

"یہ شخص کون ہے؟"

انصار نے اس نام عبدابن حوزہ بتایا۔ آپؓ نے اس کے لیے بددعا کی۔

"خداوندا! اسے آگ میں لے جا۔"

ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک کھائی میں گرا، یہ بھی گھوڑے سے گرا، لیکن اس طرح کہ ایک پاؤں اس کا رکاب میں الجھا رہ گیا۔ سر زمین پر آ رہا، گھوڑا بھڑکا اور اس طرح اسے لے کر بھاگا کہ پتھروں سے اس کا سر ٹکراتا رہا، یہاں تک وہ [illegible]

عمرو بن سعد کے لشکر سے اب یزید بن معقل نکلا، اس کے مقابلے کے لیے بریر

بن حضیر آ ئے۔ دونوں آ گے بڑھے، مقابلہ ہونے لگا، یزید کا ایک اوچھا سا وار بریر پر
پڑا، اس سے اسے کوئی ضرر نہ پہنچا، اب بریر نے جو تلوار یزید کو ماری، وہ مغز کو کاٹتی ہوئی
دماغ تک پہنچی، وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا، پہاڑ سے نیچے آ رہا ہے اور بریر کی تلوار
اسی طرح اس کے جسم میں موجود تھی۔ یہ اپنی تلوار کو اس کے جسم سے کھینچ رہے تھے کہ عمرو
بن سعد کے لشکر سے ایک شخص رضی بن منقذ ان سے لپٹ گیا، کچھ دیر دونوں میں کشتی
ہوتی رہی، بریر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے تو رضی چلانے لگا...... بہادرو...... مدد کے لیے
دوڑو۔ اب کعب ازدی نے بریر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے اسے یہ جتا بھی
دیا کہ یہ تو قاری قرآن بریر ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ کعب نے
اس کی بات ان سنی کر دی اور نیزے کا وار کیا۔ نیزے کا پھل بریر کی کمر پر لگا، وہ گھٹنوں
کے بل ہو گئے اور رضی کی ناک دانتوں سے کاٹ ڈالی۔ اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

عمرو بن قرظ انصاری حضرت حسین کی طرف لڑنے کے لیے نکلے۔ ان کا بھائی علی
بن قرظ ابن سعد کے ساتھ تھا، جب عمرو بن قرظ قتل ہو گئے تو وہ پکارا۔

''اے حسینؓ! تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا، اسے دھوکا دیا اور تمہیں نے اسے
قتل کیا۔'' آپؓ نے جواب دیا۔

''تیرے بھائی کو خدا نے گمراہ نہیں کیا، اسے ہدایت کی، اور گمراہ تجھے کیا۔'' یہ
سن کر اس سے کہا۔

''یا تو تمہیں میں قتل کروں گا، یا اپنی جان دے دوں گا اگر ایسا نہ کروں تو خدا
مجھے مارے۔''

یہ کہہ کر اس نے آپؓ پر حملہ کیا۔ رافع بن ہلال مرادی نے اس کے راستے میں آ کر ایک برچھی ماری تو پیچھے ہٹا، لشکر والے اسے بچانے کے لیے آئے اور اٹھا کر لے گئے۔

☆☆☆

حر جب ابن سعد کے لشکر سے کٹ کر حضرت حسینؓ کی طرف چلے گئے تھے تو عمرو بن سعد کے لشکر کے ایک آدمی یزید بن سفیان نے کہا تھا۔

"اگر میں حر کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھ لیتا، تو برچھی لے کر اس کے پیچھے جاتا۔"

جب لڑائی ہونے لگی اور حر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے تو یہ شخص یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا اور بولا۔

"مجھ سے لڑنا چاہتے ہو؟" حر بولے۔

"ہاں! میں تجھ سے لڑوں گا۔"

"حر یہ کہہ کر اس کے مقابل آئے اور ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ اب نافع بن ہلال آگے بڑھے ان کے مقابلے میں ابن سعد کی طرف سے مزاحم بن حریث آیا، نافع نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج پکارا۔

"اے احمقو! اے اہل کوفہ تم نہیں جانتے کہ کس سے لڑ رہے ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے پر آمادہ ہیں۔ ایک ایک کر کے ان سے نہ لڑو، یہ تھوڑے سے لوگ ہیں، تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو جائیں گے، خدا کی قسم اگر انہیں پتھر اٹھا کر مارو تو سب کو قتل کر سکتے ہو۔"

ابن سعد نے اس کی بات سن کر کہا۔

''تو سچ کہتا ہے یہی رائے ٹھیک ہے۔'' پھر لوگوں کو ہدایت کر دی کہ ایک ایک کر کے نہ لڑیں۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ کچھ دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ عمرو بن حجاج جب حملہ کر کے پلٹا اور غبار چھٹا تو حضرت امام حسینؓ کے ایک ساتھی مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے تھے۔ حضرتؓ ان کے پاس آئے۔ ابھی کچھ جان باقی تھی، آپؓ نے فرمایا۔

''مسلم بن عوسجہ! خدا تم پر رحم کرے۔''

حبیب ابن مظاہر نے بھی قریب آ کر کہا۔

اے ابن عوسجہ تمہارے قتل ہونے کا مجھے بڑا دکھ ہے، تمہیں جنت مبارک ہو۔'' مسلم بن عوسجہ نے بہت آہستہ سے جواب دیا۔

''خدا تمہیں بھی مبارک کرے، تم سے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ابن رسول اللہ پر جان دینا۔'' حبیب بن مظاہر نے کہا۔

''خدا کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا۔'' اس کے بعد ابن عوسجہ نے رحلت فرمائی۔ یہ کربلا کے پہلے شہید ہیں۔

جونہی مسلم بن عوسجہ کی روح تن سے جدا ہوئی، عمرو بن حجاج کے لشکر میں شور مچ گیا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا ہے۔ شبث نے یہ سن کر اپنے قریب کے لوگوں سے کہا۔

''تمہیں موت آئے، اپنے عزیزوں کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرتے ہو، مسلم

بن عوسجہ کو قتل کر کے خوش ہو رہے ہو، سنو میں نے انہیں بڑے بڑے معرکوں میں بڑی شان کے ساتھ لڑتے دیکھا، آذربائیجان کے معرکے میں میں نے دیکھا کہ انہوں نے چھ کافروں کو قتل کیا، ایسا شخص تمہارے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اور تم خوش ہو رہے ہو، خدا تم سے سمجھے۔"

☆☆☆

اب شمر نے اپنے دستے کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کے لشکر کے بائیں حصے پر حملہ کیا۔ آپؓ کے اصحاب میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ سرکا اور شمر کے ساتھیوں کو برچھیوں کی نوکوں پر رکھا۔ جب شمر کی کوئی پیش نہ گئی تو چاروں طرف سے لوگ حسینؓ اور اصحاب پر ٹوٹ پڑے۔ اس حملے میں امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے عبداللہ بن عمیر کلبی شہید ہو گئے۔ شہید ہونے سے پہلے انہوں نے پہلے ایک حملے میں دو آدمیوں کو قتل کیا، پھر دو اور کو قتل کیا اور بڑی شدت اور جرات سے حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن شبیت اور بکیر بن حی نے ان پر حملہ کیا اور یہ شہید ہو گئے، یہ کربلا کے دوسرے شہید ہیں۔

آپؓ کے انصار نے بڑی شدت اور قوت سے جنگ کی۔ ان میں کل بتیس سوار تھے۔ انہوں نے جب حملہ کیا، جس طرف کا رخ کیا، اہل کوفہ کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا، عرزہ بن قیس اہل کوفہ کے رسالہ کا سردار تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سوار ہر طرف سے شکست کھا رہے ہیں اس نے عمرو بن سعد کے پاس عبدالرحمٰن بن حصن کے ذریعے یہ کہلا بھیجا... تم دیکھ رہے ہو ان چند سواروں کے مقابلے میں میرا رسالہ کتنی دیر سے پسپا ہو رہا ہے۔ ان کے لیے پیادوں اور تیر اندازوں کو جلدی بھیج۔

ابن سعد نے حسین بن تمیم کو پکارا اور تمام زرہ پوش سواروں اور پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ یہ لوگ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے۔ قریب پہنچ کر تیر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ ان سب کے گھوڑوں کو چھلنی کر دیا۔ گھوڑے گر پڑے اور سب سوار پیادہ ہو گئے۔ ایوب بن شرح نے حر کے گھوڑے کو تیر مار مار کر ہلاک کیا، اس کا بیان ہے کہ اس نے حر کو یہ کہتے سنا۔

''میرے گھوڑے کو ہلاک کر دیا تو کیا ہوا، میں شیر ببر سے بڑھ کر بہادر ہوں۔''

پھر ایسی شدید جنگ ہوئی کہ دنیا کے تختے پر نہ ہوئی ہوگی۔ دوپہر ہونے کو آئی اور کوفیوں کو ایک رخ کے سوا کسی اور طرف سے حملہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان کے خیمے ایک ہی مقام پر تھے اور خیمے سے خیمہ جڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ دائیں اور بائیں طرف کے خیمے اکھاڑ ڈالیں۔ یہ لوگ آگے بڑھے۔ انصار حسینؓ میں سے کچھ ان کے مقابلے میں بھی آ گئے اور جسے خیموں کی طرف بڑھتے دیکھتے، اسے قتل کر ڈالتے اب ابن سعد نے حکم دیا کہ خیموں کو آگ لگا دو۔

آگ لگا دی گئی۔ خیمے جلنے لگے، یہ دیکھ کر انصار نے آپؓ سے کہا۔

''یہ لوگ خیموں کو آگ لگا رہے ہیں۔'' آپؓ نے جواب میں کہا۔

''آگ لگاتے ہیں تو لگانے دو، خیموں میں آگ لگ جائے گی تو اس رخ سے دشمن حملہ نہیں کر سکیں گے۔''

اور ہوا بھی یہی۔ ایک رخ کے سوا وہ لوگ حملہ نہ کر سکے۔

☆☆☆

اس دوران عبداللہ بن عمیر کلبی کی بیوی اپنے شوہر کی لاش پر آئیں اور ان کے سرہانے بیٹھ کر ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگیں۔ گرد صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔

"تمہیں جنت میں جانا مبارک ہو۔"

شمر نے انہیں دیکھ کر رستم نامی غلام سے کہا۔

"اس کے لاٹھی مار۔"

اس نے لٹھ مارا، سر پاش پاش ہو گیا اور وہ اسی جگہ شہید ہو گئیں۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ شمر نے خاص آپؑ کے خیمے پر حملہ کیا برچھی مار کر پکارا۔

آگ لاؤ تاکہ میں اس خیمے کو اور جو خیمے میں ہیں، انہیں جلا ڈالوں۔"

بیبیاں چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ آپؑ نے پکار کر کہا۔

"اے شمر! تو آگ منگا رہا ہے کہ میرے اہل و عیال کو جلا ڈالے، خدا تجھے آگ میں جلائے۔"

شمر کا جملہ شبث بن ربعی نے سنا، وہ اس کے پاس پہنچا اور بولا۔

"جو کلمہ میں نے تیری زبان سے سنا، اس سے بدتر شاید تو نے نہیں کہا ہوگا، اس نے عورتوں کو ڈرا دھمکاتا ہے۔" شمر کو کچھ شرم آئی۔ اس وقت زہیر بن قیس نے اپنے اصحاب میں سے دس کو ساتھ لے کر اس پر اور اس کے اصحاب پر حملہ کیا ان سب کو پسپا کیا [illegible] ابو عزہ ضبابی کو گرا دیا اور قتل کر ڈالا۔ یہ شخص شمر کے اصحاب میں [illegible] اور ان کے ساتھ اور

بھی شامل ہو گئے، انصار حسینؑ میں سے ہر بار کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو آدمی بھی قتل ہو جاتے تو ان کی کمی صاف محسوس ہوتی تھی، لیکن کوفیوں میں سے کوئی قتل ہوتا تو ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر ابوثمامہ نے آپؑ سے کہا۔

''یا حسینؑ! یہ لوگ آپؑ کے قریب آ گئے ہیں، میں چاہتا ہوں، آپؑ کی نصرت میں مارا جاؤں۔ نماز کا وقت قریب ہے میں نماز ادا کرنے کے بعد خدا تعالیٰ سے ملاقات کروں گا۔''

آپؑ نے یہ سن کر فرمایا۔

''ہاں..... خدا تمہیں نمازیوں اور اہل ذکر میں شمار کرے، یہ نماز کا وقت ہے۔''

پھر ان لوگوں سے کہا ہمیں نماز پڑھ لینے دیں۔ حصین بن تمیم نے کہا، نماز قبول ہی نہ ہوگی۔ یہ سن کر حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔

''تیرے خیال میں آل رسول کی نماز تو قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز او گدھے قبول ہوگی۔

ابن غنیم نے یہ سن کر حملہ کیا۔ حبیب ابن مظاہر نے جوابی حملہ کیا، تلوار ابن غنیم کے گھوڑے کے منہ پر لگی، یہ گھوڑے سے گرا، اس کے اصحاب دوڑے اور اسے اٹھا لے گئے۔ حبیب بن مظاہر شعر پڑھتے جاتے تھے اور شدت سے تلوار چلاتے جاتے تھے۔ انہوں نے تلوار کے خوب ہی ہاتھ دکھائے۔ بنی تمیم کے ایک اور شخص نے آگے بڑھ کر برچھی کا وار کیا۔ حبیب گر کر اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین ابن تمیم نے ان کے سر پر تلوار ماری اور وہ گر گئے۔ ایک تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا۔

☆☆☆

بعد میں جب تمیمی ان کا سر لے کر کوفے میں آیا تو حبیب بن مظاہر کے بیٹے
...سم نے باپ کے سر کو دیکھ لیا وہ اس تمیمی کا پیچھا کرنے لگا، ابھی بچہ ہی تھا، تمیمی جہاں
...ں جاتا، یہ اس کے پیچھے جاتا۔ تمیمی نے بھی اسے تعاقب کرتے ہوئے دیکھ لیا۔
...چھا۔

"اے فرزند! تو میرے پیچھے پیچھے کیوں لگا رہتا ہے۔"

قاسم نے کہا۔

"یہ میرے باپ کا سر تیرے پاس ہے۔ مجھے دے دے، میں اسے دفن کر
...وں۔" اس نے جواب میں کہا۔

"اے فرزند! امیر اسے دفن کرنے پر مجھ سے راضی نہیں ہوگا اور میں انعام سے
...حروم ہو جاؤں گا۔"

لڑکا اس کے پیچھے لگا ہی رہا۔ آخر مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں......
...ب مصعب نے باجمیرا پر فوج کشی کی، قاسم بن حبیب اس لشکر میں آیا۔ اس نے اپنے
...پ کے قاتل کو دیکھا کر ایک خیمے میں ہے۔ وہ موقعے کا منتظر رہا، ایک دن دوپہر کو سو
...ہا تھا کہ جا کر اسے تلواریں ماریں، وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

☆☆☆

...ہ حبیب بن مظاہر جب شہید ہو گئے تو حر اور زہیر بن قین نے شدید جنگ کی۔
...میں سے ایک آگے بڑھ کر حملہ کرتا اور جب دشمنوں میں گھر جاتا تو دوسرا حملہ

کر کے اسے چھڑا لیتا۔ کافی دیر تک دونوں ...... اسی طرح تلوار چلاتے رہے۔ اس کے بعد پیادوں نے ہجوم کر کے حر کو شہید کر دیا۔ ابو ثمامہ نے اپنے چچازاد بھائی کو جو ابن سعد کے لشکر میں تھا، قتل کیا۔

اس کے بعد سب نے نماز ظہر پڑھی۔ یہ نماز خوف تھی جو حضرت حسینؓ کے ساتھ ان لوگوں نے ادا کی۔ ظہر کے بعد پھر شدت سے جنگ ہونے لگی، خون بہنے لگا، اعضا کٹنے لگے۔ دشمن حضرتؓ تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر حنفی آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے آپؓ کو اور آپؓ کے انصار کو بچانے کے لیے خود تیروں کا نشانہ بن گئے۔ وہ آپؓ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، سامنے سے اور دائیں بائیں سے ان پر تیر پڑ رہے تھے، آخر تیر کھاتے کھاتے گر گئے۔

زہیر بن قین نے شدت سے تلوار چلائی۔ اسی حالت میں کثیر بن عبد اللہ اور قبیلہ اوس کے لوگوں نے حملہ کر کے زہیر بن قین کو شہید کیا۔ نافع بن ہلال نے سب تیروں کے پروں پر اپنا نام لکھا تھا، زہر میں بجھے ہوئے یہ تیر وہ کمان میں لگاتے جاتے تھے اور دشمنوں پر چھوڑتے جاتے تھے۔ انہوں نے ابن سعد کے بارہ آدمیوں کو قتل کیا، بہت سوں کو زخمی کیا۔ آخر ان پر وار ہوا، دونوں بازو ان کے کٹ گئے۔ زندہ گرفتار ہوئے۔ شمر اور اس کے ساتھی انہیں دھکیلتے ہوئے ابن سعد کے سامنے لے گئے۔ ان کی ڈاڑھی سے خون بہتا جا رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔

"میں نے زخمیوں کے علاوہ تمہارے بارہ آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اگر میرے بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے [illegible]

[illegible]

کیا۔

اب پھر شمر اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت حسینؑ کی طرف بڑھا۔ آپؑ کے
ر نے دیکھا کہ قاتلوں کا بے پناہ ہجوم آ رہا ہے۔ اب وہ نہ حضرت حسینؑ کو بچا سکتے
اور نہ خود کو۔ سب کو یہی آرزو ہوئی کہ آپؑ کے سامنے ہی قتل ہو جائیں۔ عزرہ
ری کے دونوں بیٹے عبداللہ و عبدالرحمن آپؑ کے دائیں بائیں آ گئے اور تلوار چلانے
، اسی طرح سیف بن حارث اور مالک بن عبد بھی بے قرار ہو کر آپؑ کے نزدیک
آ گئے، حنظلہ بن اسعد آپؑ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور ابن سعد کے لشکر میں
ہو اپنے قبیلے سے کہنے لگا۔

"اے میری قوم والو، مجھے ڈر ہے کہ تم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا مجھے تمہارے
روز قیامت کا بھی ڈر ہے، اس روز تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھرو گے اور تمہیں کوئی
نے والا نہیں ہو گا۔ سنو جسے خدا گمراہ کرتا ہے، اسے کوئی راہ پر نہیں لگا سکتا۔ خدارا
نؑ کو قتل نہ کرو، کہیں خدا عذاب نازل کر کے تمہیں تباہ نہ کر دے۔"

حنظلہ کا یہ کلام سن کر آپؑ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور حنظلہ جوش میں بھرے
نے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

شمشیر زنی کرتے رہے، یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔ ان کے بعد سیف بن حارث
مالک بن عبداللہ آگے بڑھے، مڑ مڑ کر آپؑ سے کہتے جاتے تھے۔

"[illegible]"

[illegible]

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔"

ان دونوں نے بھی بے جگری سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ اب عابس بن
شبیب اپنے غلام شوذب کو لے کر آگے بڑھے۔ غلام سے پوچھا۔

"کیا ارادہ ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

"رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کی طرف سے میں بھی آپ کے ساتھ جنگ
کروں گا اور قتل ہو جاؤں گا۔

مجھے تجھ سے یہی امید تھی، اگر اس وقت تجھ سے بڑھ کر کوئی عزیز یہاں ہوتا
میری یہی خواہش ہوتی کہ میں اسے جنگ کرنے کے لیے رخصت کرتا۔ آج کا دن
دن ہے کہ جتنا ثواب ہو سکے لوٹ لیں، آج کے بعد نیکی کا موقع نہیں ملے گا، پھر قیامت
کا دن آنے والا ہے۔"

شوذب نے حضرتؓ کو جا کر سلام کیا اور لڑنے چلا، یہاں تک کہ جنگ کرتے
کرتے شہید ہو گیا۔ اس کے بعد عابس بھی آگے بڑھے، تلوار کھینچی اور دشمنوں پر ٹوٹ
پڑے۔ ان کی پیشانی پر ایک زخم کا نشان تھا۔ ربیع بن تمیم نے انہیں آتے ہوئے دیکھا
اور پہچان کر بولا۔

"یارو! یہ شیر میدان ہے، تم میں سے کوئی ایک شخص اس سے لڑنے کے لیے
ہرگز نہ جائے۔"

عابس نے انہیں مقابلے کے لیے پکارا، کوئی آگے نہ بڑھا، آخر ابن سعد نے
حکم دیا کہ پتھر پھینک پھینک کر اس شخص کو ٹھنڈا کر دو۔

چاروں طرف سے پتھر آنے لگے، یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی زرہ کو اتار ڈالا اور
ں لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ربیع کہتا ہے کہ ان کے حملے سے دو سو سے زیادہ بھاگ کھڑے
ہے، لیکن پھر پلٹ پڑے اور چاروں طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ قتل
رگئے۔

یزید بن زیاد حضرت امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے، گھٹنوں کو زمین پر ٹیک
ر سو تیر دشمنوں کو مارے۔ ان میں سے پانچ تیر خطا گئے۔ یہ بہترین نشانے باز تھے۔ یہ
یر مارتے جاتے اور حضرتؓ ان کے لیے دعا فرماتے جاتے تھے۔
سب تیر چلا چکے تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پہلے یہ
بن سعد کے لشکر میں تھے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ابن سعد نے حضرت حسینؓ کی
کوئی شرط بھی نہیں مانی تو یہ انصار حسین میں آ شامل ہوئے تھے۔

آپؓ کے انصار میں سے عمر بن خالد، ان کے غلام آزاد سعد اور جابر بن حارث
اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے لڑائی شروع ہوتے ہی حملہ کر دیا تھا یہ دور تک دشمنوں میں
گھس گئے، پھر پلٹے۔ لوگ انہیں گھیرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؓ نے حملہ کیا اور
ان لوگوں کو گھیرے میں سے نکال لائے، سب زخمی ہو گئے تھے۔ دشمنوں کو قریب آتے
دیکھ کر پھر تلواریں کھینچ کھینچ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ شروع جنگ
میں ہوا۔

آپؓ کے گھرانے میں سب سے پہلے حضرت علی اکبر ابن حسینؓ شہید ہوئے۔ یہ
دشمنوں پر حملہ کرنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

''میرا نام علی بن حسینؓ ہے، ہم رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہیں، خدا کی قسم ابن زیاد کے حکم کو ہم نہ مانیں گے۔''

آپؓ مرہ بن منقذ کے پاس سے لڑتے ہوئے گزرے، اس نے سامنے آ کر انہیں برچھی ماری۔ یہ گرے، دشمنوں نے گھیر لیا اور تلواریں مار مار کر ٹکڑے کر دیا۔ حمید بن مسلم جو ابن سعد کے لشکر میں تھا، کا بیان ہے۔

میں نے حسینؓ کو کہتے سنا، خدا ان لوگوں کو قتل کرے اے فرزند جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے...... پھر میں نے دیکھا، ایک بی بی دوڑ کر نکل آئیں۔ لوگوں سے معلوم ہوا، یہ حضرت زینب بنت فاطمہؓ ہیں۔ وہ آئیں اور حضرت علی اکبرؓ کی لاش پر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؓ ان کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں لے گئے۔ پھر لڑکوں کو ساتھ لے کر لاش پر آئے اور حکم دیا ''بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔''

لڑکے لاش کو اٹھا لے گئے۔ جس خیمے کے سامنے میدان کارزار تھا اس کے سامنے لٹا دیا۔ مسلم بن عقیلؓ کے فرزند عبداللہ کو عمرو بن صبیح نے تیر مارا، عبداللہ نے ہاتھ پر سر لیا کہ تیر سے سر کو بچائیں۔ تیر ہاتھوں کو چھیدتا ہوا ماتھے تک پہنچ گیا، اب دونوں ہاتھ ذرا حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ پھر اس نے دوسرا تیر ان کے دل پر مارا اور وہ شہید ہو گئے۔ اب چاروں طرف دشمن کا ہجوم ہو گیا۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا، عامر بن نہشل نے عون کے بھائی محمد کو شہید کیا۔ عثمان بن خالد اور بشر بن سوط عبدالرحمٰن بن عقیل پر جا پڑے۔ دونوں نے مل کر انہیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عزرہ نے جعفر بن عقیل کو شہید کیا۔

☆☆☆

اب ایک نوعمر لڑکا تلوار لیے میدان میں بڑھا۔ چہرہ اس کا چاند کے ٹکڑے کی طرح تھا۔ معلوم ہوا حضرت حسن کے بیٹے قاسم ہیں۔ گلے میں کرتا تھا، پاؤں میں پاجامہ۔ انہیں دیکھ کر عمرو بن سعید نے کہا۔

"اسے تو خدا کی قسم میں قتل کروں گا۔"

یہ کہہ کر ان کے سر پر تلوار ماری۔ یہ منہ کے بل گرے، چچا چچا کہہ کر پکارے۔ حضرت امام حسینؑ شاہین کی طرح جھپٹے اور غضب ناک شیر کی طرح عمرو بن سعید پر حملہ کیا۔ اسے تلوار ماری، اس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا، ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا، وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اسے حضرت حسینؑ کے ہاتھ سے بچا لیں، لیکن وہ گھوڑوں کے سموں کی لپیٹ میں آ گیا اور مر گیا۔

غبار چھٹا تو حضرت حسین اپنے بچے کے سرہانے کھڑے تھے۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ آپؑ نے یہ الفاظ ادا فرمائے۔

"خدا ان لوگوں کو تباہ کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ چچا کے لیے یہ کتنا کٹھن وقت ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے، جواب بھی دے تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ خدا کی قسم میرے چچا کے دشمن بہت اور مددگار بہت کم رہ گئے ہیں۔

پھر آپ نے حضرت قاسمؑ کو گود میں اٹھا لیا، پھر ان کی لاش کو اپنے بیٹے علی اکبرؑ کی لاش کے ساتھ لٹا دیا۔

☆☆☆

آپؑ کی اس روز پہروں یہ حالت رہی کہ لوگ آپؑ کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھتے [illegible] کوئی اس عظیم گناہ کو اپنے سر لینے پر تیار نہ

ہوتا تھا۔ اس دوران مالک بن نسیر کندی نے آپؑ کے سر پر تلوار ماری۔ تلوار کلاہ کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ خون سے ٹوپی سرخ ہوگئی۔ آپؑ نے مالک بن نسیر نے کہا۔

''تجھے اس ضرب کا نفع کھانا خدا نصیب نہ کرے، خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔''

یہ کہہ کر آپؑ نے ٹوپی اتار دی اور نئی ٹوپی منگا کر پہنی۔ مالک بن نسیر نے آ کر یہ ٹوپی اٹھالی۔ ٹوپی کا خون اپنے گھر میں دھونے بیٹھا تو اس کی بیوی نے کہا۔

''ہائے! رسول اللہ کے نواسے کی ٹوپی تو میرے گھر لے آیا ہے، لے جا اسے یہاں سے۔''

بعد میں وہ سخت محتاجی میں مبتلا رہا اور اسی حال میں مر گیا۔

☆☆☆

آپؑ تھکن سے چور بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی ایک بچے کو آپؑ کے پاس لے آیا، یہ عبداللہ بن حسینؑ تھے۔ جنہیں علی اصغرؑ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مارا، تیر بچے کے گلے کے آر پار ہوگیا۔ آپؑ نے بچے کا خون چلو میں لیا اور زمین پر پھینک دیا، اس کے بعد کہا۔

''اے خدا! ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔''

ابن عقبہ بن عنوی نے ابوبکر بن حسنؑ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔

☆☆☆

اب حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں عبداللہ، جعفر اور عثمان سے کہا۔

''میرے بھائیو! تم مجھ سے پہلے ہی جاؤ، کیونکہ میں تمہارا وارث ہوں، تمہاری

کوئی اولاد نہیں ہے۔"

وہ اس حکم کو بجالائے، مقابلے کے لیے نکلے، جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن علیؓ کو ہانی حضرمی نے قتل کیا، پھر اس نے جعفر بن علی پر حملہ کیا، انہیں شہید کر کے ان کا سر کاٹ لیا۔ عثمان بن علیؓ کو خولی بن یزید نے تیر مارا اور بنی دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا، پھر ان کا سر کاٹ لایا، ایک اور دارمی نے محمد بن علی کو تیر مارا اور ان کا سر لے آیا۔

ہانی حضرمی جس نے عبداللہ بن علیؓ کو شہید کیا تھا، کہتا ہے کہ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ ایسے میں میں نے ایک لڑکے کو دیکھا، وہ خیمے کی ایک لکڑی ہاتھ میں پکڑے خیمے سے نکل آیا تھا۔ کبھی دائیں طرف دیکھتا تھا اور کبھی بائیں طرف ایک شخص گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے قریب پہنچا، جھکا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

دراصل جس شخص نے اس بچے کو قتل کیا، وہ خود ہانی حضرمی تھا۔ لوگوں کو جب یہ واقعہ سناتا تھا تو اپنا نام نہیں لیتا تھا کہ لوگ ناراض ہوں گے۔

حضرت امام حسینؓ پر جب پیاس کی شدت نے غلبہ کیا تو آپؓ پانی کی طرف آئے۔ حصین بن تمیم نے آپؓ کو تیر مارا۔ تیر منہ پر لگا۔ آپؓ خون منہ سے ہاتھ پر لیتے تھے اور اسے آسمان کی طرف اچھالتے جاتے تھے اس کے بعد خدا کا شکر بجالائے اور اس کی تعریف کرنے کے بعد بولے۔

"خداوندا ان لوگوں سے گن گن کر بدلہ لے، ان میں سے کسی کو روئے زمین پر [illegible]

[illegible] ان کے ایک شخص نے پکار کر کہا۔

"ارے! ندی کے اور ان کے درمیان ہو جاؤ، کہیں ہی پانی نہ پی لیں۔"

لوگ آپؓ کے اور فرات کے درمیان میں آ گئے۔ آپؓ نے بنی امان کے اس آدمی کو بددعا دی۔

"خداوندا! اسے پیاس میں مبتلا کر۔"

"یہ بددعا سن کر بنی ابان کے اس آدمی نے آپؓ کو تیر مارا، تیر ٹھوڑی میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے تیر کو کھینچا اور زخم پر دونوں ہاتھ لگا دیے۔ خون چلوؤں میں بھر گیا۔ آپؓ نے کہا۔

"خداوندا! تیرے رسولؐ کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے، میں اس کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔"

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بنی ابان کا وہ شخص پیاس میں مبتلا ہوا۔ کسی طرح اس کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی کے مٹکے اسے پلائے جاتے تھے اور وہ یہی کہتا جاتا تھا۔

"ارے پانی لاؤ...... اور پانی لاؤ، پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔"

☆☆☆

شمر نے جب دیکھا کہ حضرت حسینؓ کسی طرح قابو میں نہیں آ رہے تو اس نے دس پیادوں کو ساتھ لیا اور اس خیمے کی طرف چلا جس میں حضرت کے اہل و عیال تھے۔ یہ لوگ بڑھے آپؓ کے اور آپؓ کے خیمے کے درمیان میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت حسینؓ بولے۔

"وائے ہو تم پر! اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں، قیامت کا تمہیں خوف نہیں ہے تو دنیاوی معاملات میں تو شریفوں کا طریقہ اختیار کرو۔"

شمر یہ سن کر واپس پلٹا اور آپؓ کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھی بھی بڑھے۔ اس کے پیادے بھی پلٹے۔ ان لوگوں میں ابوجندب، قعشم بن عمرو، صالح بن وہب، سنان بن انس اور خولی بن یزید شامل تھے۔ شمر ان لوگوں کو حضرتؓ کے قتل پر اکسانے لگا۔ ابوجندب سے بولا۔

''حسینؓ کی طرف بڑھ۔'' اس نے طنزاً کرکہا۔

''خود کیوں نہیں بڑھتا۔'' شمر کو غصہ آ گیا، بولا

''تو اور میرے ساتھ اتنی گستاخی سے بات کرے۔'' ابوجندب بھی بہت دلیر تھا بولا۔

''میں تیری آنکھ کو برچھی سے پھوڑ ڈالوں گا۔'' شمر یہ سن کر وہاں سے سرک گیا، لیکن کہتا گیا۔

''موقع ملا تو تجھ سے ضرور سمجھوں گا۔''

اس کے بعد شمر پیادوں کو لے کر آپؓ کی طرف بڑھا۔ آپؓ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے آخر دشمنوں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر ایک لڑکا خیمے سے نکلا اور آپؓ کی طرف آنے لگا۔ آپؓ کی بہن حضرت زینبؓ ان کی طرف دوڑیں، آپؓ نے بھی پکار کر کہا۔

''زینبؓ اسے روکو۔''

بچے نے کہا نہ مانا اور آپؓ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ بحر بن کعب نے آپؓ پر تلوار اٹھائی کہ وار کرے، بچے نے اسے تلوار کو روکنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا حضرت حسینؓ نے اسے سینے سے لگا لیا اور بولے۔

''اے میرے بھائی کے لخت جگر اس مصیبت پر صبر کر اور اسے اپنے حق میں بہتر [illegible]

’’خداوندا! ان لوگوں کو آسمان کی بارش سے، زمین کی برکتوں سے محروم کر دے۔‘‘

یہ کہہ کر آپؓ نے پیادوں پر زور شور سے حملہ کیا سب کے سب پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت آپؓ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کی قمیص پہنے ہوئے تھے لیکن ان کے سامنے سے اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے بھیڑیے کے حملے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ آپؓ پیدل تھے لیکن اس طرح لڑ رہے تھے کہ کیا کوئی سوار بھی لڑتا ہوگا، لوگوں نے آپؓ کو یہ کہتے سنا۔

’’میرے قتل کرنے پر کیا تم آمادہ ہو، سن رکھو، میرے بعد کسی ایسے بندے کو تم قتل نہ کرو گے جس کے قتل پر خدا میرے قتل سے زیادہ تم سے ناراض ہو، وہ میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے، تم آپس میں لڑ لڑ مرو گے اور تمہارے خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور اس پر بھی بس نہیں کرے گا، یہاں تک کہ بہت بڑا عذاب تمہیں گھیر لے گا۔‘‘

☆☆☆

وہ لوگ اگر حضرت امام حسینؓ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو کر سکتے تھے، لیکن عالم یہ تھا کہ ایک کے پیچھے ایک چھپتا پھرتا تھا۔ یہ چاہتا تھا، وہ اس کام کو کرے، وہ چاہتا تھا، یہ کرے آخر شمر نے پکار کر کہا۔

’’لعنت ہو تم پر، اس شخص کے سلسلے میں آخر تمہیں کیا انتظار ہے۔ ارے تمہاری مائیں تمہیں روئیں، اب اسے قتل کر دو۔‘‘

اب ہر طرح سے آپؓ پر حملہ ہونے لگا، زرعہ بن شریک تمیمی نے بڑھ کر وار کیا، آپ کی

ہتھیلی پر اس کی ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ گئے ...... اس وقت حضرت کا یہ عالم تھا کہ گر پڑتے تھے اور پھر اٹھتے تھے، پھر اسی حالت میں سنان بن انس نے آپؓ کو برچھی ماری۔ آپؓ گرے، اس نے خولی بن یزید سے کہا۔

''ان کا سر کاٹ لے''

خولی اس ارادے سے آگے بڑھا، لیکن اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ پیچھے ہٹ گیا سنان بن انس نے یہ دیکھ کر کہا۔

''خدا تیرے بازوؤں کو توڑے۔''

یہ کہہ کر وہ آپؓ کی طرف بڑھا اور آپؓ کا سر کاٹ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے پہلے آپؓ پر بہت سی تلواریں پڑ چکی تھیں۔ آپؓ جو لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ بھی جگہ جگہ سے کٹ گیا تھا۔ بحر بن کعب نے آپؓ کا پاجامہ لیا، قیس بن اشعث نے آپؓ کی چادر اتار لی، بنی نعشل کے ایک شخص نے تلوار نکال لی پھر یہ لوگ آپ کے سامان اور اونٹوں کی طرف بڑھے اور سب چیزیں لوٹ لیں۔ اس کے بعد اہل حرم کے خیمے لوٹنے لگے، حال یہ تھا کہ ایک ایک بی بی کے سر سے چادر تک اتار لی گئی، زیورات نوچ لیے گئے۔

☆☆☆

آپؓ کے انصار میں سوید بن عمرو زخموں میں چور ہو کر پڑے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو کہتے سنا، حسینؓ قتل ہوگئے۔ ذرا چونکے تو دیکھا کہ تلوار تو کوئی ان کی لے گیا ہے، لیکن ایک چھری ان کے پاس موجود ہے۔ اسی چھری کو لے کر انہوں نے لڑنا شروع کیا آخر میں [illegible] بطار اور زید بن رقاد نے مل کر انہیں شہید کیا یہ کربلا میں سب سے آخر میں شہید ہوئے۔

شمر اپنے پیادوں کو لے کر علی بن حسینؓ کی طرف آیا۔ وہ بیمار تھے اس نے کہا۔

''اسے بھی قتل کر دو۔'' یہ سن کر حمید بن مسلم نے کہا

''سبحان اللہ! ہمیں بچوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔''

اتنے میں ابن سعد ادھر آ گیا۔ اس نے ہدایت کی کہ عورتوں کے خیموں میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے کو کوئی قتل نہ کرے اور جس نے ان کا کوئی سامان لوٹا ہو، واپس کر دے لیکن کسی نے کوئی چیز واپس نہیں کی۔

اس کے بعد ابن سعد کے حکم پر حضرت امام حسینؓ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ یہاں تک ان کا سینہ چور ہو گیا۔ گھوڑے دوڑانے والوں میں ایک شخص جبش بن مرثد حضرمی تھا۔ ایک تیر کہیں سے آ کر اسے اس وقت لگا جب وہ ابھی میدان میں ہی تھا۔ تیر اس کے دل پر لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت حسینؓ کے ساتھیوں میں بہتر آدمی شہید ہوئے ان کے قتل ہونے کے دوسرے دن بنی اسد کے لوگوں نے مل کر ان لوگوں کی لاشوں کو دفن کیا یہ لوگ مقام غاضریہ میں رہتے تھے۔ ابن سعد کے اصحاب میں اٹھاسی آدمی قتل ہوئے۔ زخمی ان کے علاوہ تھے ابن سعد نے اپنے اصحاب کی لاشیں خود دفن کرائیں۔

حضرت امام حسینؓ کے سر کو اسی دن خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ خولی جب محل کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند ہو چکا تھا یہ سر لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس کی بیوی نے سر کو دیکھ کر کہا۔

''لعنت ہو تجھ پر......تو ابن رسولؐ کا سر اپنے گھر میں لے کر آیا۔''

پھر وہ سر کے پاس گئی۔ اس نے دیکھا آسمان سے نور کا ایک دریا سر تک آ رہا ہے اور سفید سفید پرندے اس کے گرد اڑ رہے ہیں۔

ابن سعد نے اس دن وہیں قیام کیا۔ دوسرے دن وہ حضرت امام حسینؓ کے اہل خانہ کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ تمام لاشوں کے سرتنوں سے جدا کیے گئے اور اس طرح بہتر سر روانہ کیے گئے اس قافلے کو جس نے بھی دیکھا دھاڑیں مار مار کر رو دیا۔

ابن زیاد کے سامنے حضرت حسینؓ کا سر پیش کیا گیا تو اس نے آپؓ کے دانتوں پر چھڑی کھٹکھٹائی۔ یہ دیکھ کر اس کے ایک درباری زید بن ارقم سے رہا نہ گیا، بولے۔

"ان دانتوں پر سے چھڑی ہٹا لے۔ خدا کی قسم میں نے رسول اللہﷺ کو اپنے ہونٹوں سے ان دانتوں کو پیار کرتے دیکھا ہے۔"

یہ کہا اور وہ بری طرح رونے لگے۔ یہ صحابی تھے پھر وہاں سے اٹھے اور نکل آئے۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ کے اہل وعیال کو بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے حضرت زینبؓ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

حضرت زینب نے جواب نہ دیا۔ اس نے تین بار پوچھا انہوں نے اپنا نام بتایا۔ یہ سن کر زیاد بولا۔

"خدا کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو اس حال تک پہنچایا۔" یہ سن کر حضرت زینب نے کہا۔

"شکر ہے خدا کا جس نے محمدﷺ کے سبب سے ہمیں عزت دی، ان لوگوں کے مقدر میں [illegible] اب تو یہ بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے، وہیں پر فیصلہ ہوگا۔"

پھر حضرت علی ابن حسینؓ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا۔

"[illegible] انہیں بھی قتل کر دو۔" اس پر حضرت علی [illegible]

''تم ان عورتوں کی حفاظت کے لیے کسے مقرر کرو گے۔''

حضرت زینبؑ اٹھ کر امام زین العابدینؑ سے لپٹ گئیں اور بولیں۔

''اے ابن زیاد! کیا ابھی تک خون بہانے سے تیرا دل نہیں بھرا، میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔'' علی بن حسینؑ بولے۔

''میرے قتل کے بعد کسی پرہیز گار کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔''

ابن زیاد دیر تک حضرت زینبؑ اور علی بن حسینؑ کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

''اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے، انہیں یہ آرزو ہے کہ اگر میں اس لڑکے کو قتل کروں تو اس کے ساتھ انہیں بھی قتل کر دوں۔ اچھا لڑکے کو چھوڑ دو، جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمہیں جاؤ۔''

☆☆☆

ابن زیاد نے کوفے کی مسجد میں اپنی فتح کا اعلان کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔

''خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں فتح دی جھوٹوں کے گروہ کو قتل کیا۔''

یہ سن کر عبداللہ بن غضیف اٹھ کر اس کی طرف بڑھے۔ یہ اندھے تھے۔ ان کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی جنگ جمل میں یہ حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل تھے۔ جنگ صفین میں بھی ان کے سر اور پیشانی پر زخم آئے تھے اور دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ اس وقت سے یہ مسجد میں ہی رہتے تھے۔ ابن زیاد کے الفاظ سن کر ان سے برداشت نہ ہو سکا اور اس کی طرف دوڑ پڑے چلا کر بولے۔

''او مرجانہ کے بیٹے...... جھوٹا تو، تیرا باپ اور وہ جس نے تجھے حاکم بنایا، تم لوگ

بروں کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور خود کو سچا کہتے ہو۔" یہ سن کر ابن زیاد کو غصہ آ گیا
ں نے سپاہیوں سے کہا۔

"اسے میرے پاس لاؤ۔"

سپاہیوں نے انہیں پکڑ لیا لیکن ان کے قبیلے کے کچھ لوگ انہیں چھڑا کر گھر لے
ئے۔ بعد میں ابن زیاد نے کچھ لوگوں کو بھیج کر انہیں بلوایا اور قتل کرا دیا پھر ان کی لاش
ں تختے پر لٹکوادی۔

☆☆☆

ابن زیاد نے اسی پر بس نہیں کیا۔ سارے شہر میں حضرت حسینؓ کے سر کو پھرایا
یا۔ پھر کوفہ میں ایک جگہ رکھا گیا تاکہ لوگ دیکھیں اس کے بعد زحر بن قیس کے سامنے
ضرت حسینؓ اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید کی طرف روانہ کیا یہ لوگ یہاں سے
وانہ ہوئے اور شام پہنچے۔ زحر بن قیس جب یزید کے سامنے گیا تو اس نے کہا۔

"ارے! وہاں کیا ہو رہا ہے تو کیا خبر لے کر آیا۔"

اس نے جواب میں سارا حال کہہ سنایا۔ سارا ماجرا سن کر یزید نے کہا۔

"میں تمہاری کارروائی سے اس صورت میں خوش ہوتا اگر تم نے حسینؓ کو قتل نہ کیا
۔ لعنت ہو ابن زیاد پر، سنو! اگر حسینؓ کا معاملہ میرے ہاتھ میں آ جاتا تو میں انہیں
ف ہی کر دیتا۔ خدا حسینؓ پر رحم کرے۔"

اس نے زحر کو کچھ بھی انعام و اکرام نہ دیا۔

☆☆☆

حسین کو قتل کرنے کے بعد ابن زیاد نے مستورات اور بچوں کو بھی روانہ کیا۔ انہیں

زنجیروں میں جکڑ کر شام بھیجا گیا۔ جن کے ساتھ انہیں روانہ کیا گیا ان کے نام محضر
ثعلبہ اور شمر تھے یہ جب یزید کے دروازے پر پہنچے تو محضر نے پکار کر کہا۔

''محضر ان لوگوں کو لے کر حاضر ہوا ہے جو ملامت زدہ اور بدکار ہیں۔'' یزید نے
جواب میں کہا۔

''تو ہی ملامت زدہ اور بدکار اور سب سے بدتر تو ہی ہے۔''

جب حضرتؓ کے گھر والے یزید کے سامنے لائے گئے تو اس نے پھر وہی الفاظ کہے

''اگر حسینؓ کا معاملہ میرے ہاتھ میں آ جاتا تو میں انہیں قتل نہ کرتا۔'' اس کے
بعد یزید، علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) کی طرف مڑا اور بولا۔

''تمہارے باپ نے میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا
دیکھ لو، خدا نے ان سے کیسا سلوک کیا۔ حضرت علی بن حسینؓ نے جواب میں کہا۔

''روئے زمین پر جب بھی کسی پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کے حکم سے
ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہی لکھا جا چکا تھا۔''

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ ان کی بات کو رد کر دے، لیکن اس کی سمجھ میں
کوئی جواب نہ آ سکا۔ یزید نے ان سب کی زنجیریں کھلوا دیں اور نرمی سے پیش آیا۔ نعمان
بن بشیر سے کہا۔

''اے نعمان! ان لوگوں کی روانگی کا بندوبست کر اور ان کے ساتھ شام کا کوئی ا
آدمی بھیج جو امانت دار اور نیک ہو، جو ان سب کو حفاظت کے ساتھ مدینے پہنچا دے۔''

پھر عورتوں کو الگ مکان میں ٹھہرا دیا۔ ان کے بھائی حضرت علی بن حسینؓ بھی
کے ساتھ رہے۔ حضرت معاویہؓ کے گھر کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو حضرت امام حسینؓ
لئے نہ روئی ہو۔ روتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو۔ یزید صبح شام کھانے کے وقت حضر

ن حسینؓ کو بلا لیتا جب ان لوگوں کی روانگی کی تیاری مکمل ہوگئی تو اس نے کہا۔

"جو ہونا تھا، ہو گیا، خدا کو یہی منظور تھا، تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا،
لکھ بھیجنا۔" اس کے بعد یزید نے انہیں رخصت کیا۔

جس روز حسینؓ قتل ہوئے۔ اسی دن مدینے میں یہ آواز آئی۔

"حسین کے قاتلوں کو عذاب اور رسوائی مبارک، تمام اہل آسمان، ملائک اور انبیا
یں بددعا دے رہے ہیں تم پر داؤدؑ، موسیٰ اور عیسیٰؑ نے لعنت بھیجی ہے۔

عمرو بن عکرمہ کہتا ہے کہ میں نے یہ آواز سنی۔ عمرو بن خیر دم کلبی کہتا ہے، میرے
نے بھی یہ آواز سنی۔

☆☆☆

حضرت امام حسینؓ کے گھرانے کا قافلہ مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ ان کے ساتھ
ی کیا گیا تھا وہ بہت ایمان دار تھا اس نے ہر طرح قافلے کی حفاظت کی، ان کے
م کا پورا پورا خیال رکھا۔ حضرت زینبؓ نے خوش ہو کر اسے انعام میں اپنے زیور دینا
ہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا۔

"اگر مجھے دنیا کی لالچ ہوتی تو اس سے بھی کم کسی زیور سے خوش ہو جاتا، لیکن میں
[illegible] خدمت کی ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ سے جو قرابت آپ لوگوں کو
[illegible] اس کے خیال سے کی ہے۔"

[illegible] کر [illegible] گھروں سے نکل آئیں اور
[illegible]

شہادت حسینؓ کے بعد یزید تقریباً تین سال تک حکمران رہا۔ پھر اسے موت نے آلیا۔ اس کی موت کے فوراً بعد کوفے میں لوگ عبید اللہ بن زیاد کے خلاف ہو گئے ا اسے کوفے سے بھاگنا پڑا۔ اس نے شام میں جا کر پناہ لی ادھر مکے میں حضرت عبدا بن زبیر کی بیعت کر لی گئی اور ان کی بیعت کا دائرہ پھیلتا چلا گیا کوفے کے جن لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلایا تھا، ان کی شہادت کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں یہ کیا ہو گیا۔ انہوں نے یہ کیا کہ حضرت امام حسینؓ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا وہ سب ہوئے۔ انہوں نے اپنا سردار سلیمان بن مرد کو مقرر کیا اور انتقام حسین کا نعرہ لگایا۔ ان گرد ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے ابن زیاد سے انتقام لینے پروگرام بنایا اور کوفے سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر سے ابن زیاد لشکر لے نکلا۔ شروع میں سلیمان بن مرد کے لشکر کو کامیابی ہوئی لیکن بعد میں شکست ہوئی ا سلیمان بن مرد مارے گئے۔

پھر ایسا ہوا کہ مختار بن عبید ثقفی انتقام حسین کا نعرہ لے کر اٹھا اور بہت جلد اقتد پر قبضہ کر لینے میں کامیاب ہو گیا اس نے ایک جنگ میں تقریباً پانچ سو آدمیوں کو گرفتار ان میں سے تقریباً آدھے آدمی وہ تھے جنہوں نے شہادت حسین میں حصہ لیا تھا اس ان سب کو قتل کر ڈالا اور باقیوں کو رہا کر دیا۔ ان لوگوں سے فارغ ہو کر مختار نے خا خاص قاتلوں کی تلاش میں اپنے آدمی دوڑائے۔ ادھر قاتل ادھر ادھر چھپتے پھرنے لگے

اس نے اپنے ایک غلام کو شمر بن ذی الجوشن کے تعاقب میں روانہ کیا، وہ شمر قریب پہنچا تو وہ اسے قتل کر کے قریہ کلبانہ چلا گیا، دل میں خیال کیا کہ اب بچ گیا، چنا اس قریے میں رہنے لگا۔ مختار کا ایک اور آدمی اس قریے کے نزدیک ہی ایک دوسر قریے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے اتفاقاً شمر کی خبر لگ گئی وہ فوراً سوار ہو کر آیا اور شمر اور اس

ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ تقریباً ستر اسی آدمی مارے گئے۔ شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کتوں اور مردار خور جانوروں کے آگے ڈال دی گئی۔ یہ واقعہ 66ھ کا ہے۔

شمر کے قتل نے واقعہ کربلا کے قاتلوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑا دی وہ ڈر کر بصرے کی طرف نکل کھڑے ہوئے مختار قاتلین حسین کو چن چن کر قتل کرنے لگا۔ عبید اللہ بن اسد، مالک بن نسیر کندی، حمل بن مالک محاربی کو قادسیہ سے گرفتار کرا کے قتل کیا۔ اس کے بعد زیاد بن مالک ضبعی، عمران بن خالد عشری، عبد الرحمٰن ابی خشکارہ، اور عبد اللہ قیس، زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سامنے لائے گئے انہوں نے حضرت امام حسینؓ کا سامان لوٹا تھا۔ مختار نے ان سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر عبد اللہ یا عبد الرحمٰن بن طلحہ، عبد اللہ بن وہب ہمدانی کو پیش کیا گیا اور اسی وقت قتل کر ڈالا گیا۔ عثمان بن خالد، ابو اسماء شبینہ بن سمیط نے حضرت مسلمؓ کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن کو شہید کیا تھا اور ان کا سامان لوٹا تھا، انہیں قتل کر کے آگ میں جلا ڈالا گیا، خولی بن یزید نے حضرت امام حسینؓ کا سر اتارا تھا، یہ جان کے خوف سے چھپ گیا، لیکن لوگ اسے ڈھونڈ لائے۔ اس کا سر کاٹ کر مختار کے سامنے پیش کیا گیا، مختار نے اسے جلوا دیا۔

اس کے بعد عمرو بن سعد کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ابو عمرہ اس کا سر کاٹ لایا، اس وقت عمرو بن سعد کا لڑکا حفص وہاں موجود۔ مختار نے اس سے پوچھا۔

اس سر کو پہچانتے ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں! پہچانتا ہوں، اس کے بعد اب جینے کا کیا مزا" یہ سن کر مختار نے اس کے بھی قتل کا حکم دے دیا اور بولا۔

"عمرو بن سعد کا قتل خون حسینؓ کے بدلے اور تیرا قتل علی اصغر کے خون کے بدلے میں۔"

ان دونوں کے سر کاٹ کر محمد بن الحنفیہ کے پاس مدینے بھیج دیے گئے۔ عمرو بن سعد کے بعد حکیم بن طفیل کو پیش کیا گیا، اسے بھی قتل کر ڈالا گیا۔ پھر مرہ بن عبدقیس کے قتل کا حکم صادر ہوا۔ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کرتا ہوا بھاگ نکلا، لیکن اس کا ایک بازو بے کار ہو گیا۔

یزید بن فاد کی گرفتاری کے لیے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مسلمؓ کو تیر سے شہید کیا تھا اس پر پتھر برسائے گئے، پتھر کھا کر یہ گرا، پھر اسے زندہ جلا دیا گیا۔ سنان بن انس نے حضرت حسینؓ کو شہید کیا تھا، وہ بصرے کی طرف بھاگ گیا۔ مختار نے اس کا گھر گروادیا...... اس کے بعد عمر بن صبح صدائی کو زنجیروں میں جکڑ کر مختار کے سامنے لایا گیا۔ مختار نے اس کا گھر گروادیا...... اس کے بعد عمر بن صبح صدائی کو زنجیروں میں جکڑ کر مختار کے سامنے لایا گیا۔ مختار نے حکم دیا۔

''اسے برچھی سے مارو۔'' چنانچہ یہی کیا گیا۔

محمد بن اشعث کو قادسیہ کے قریب ایک قریے سے گرفتار کرنے کے لیے لوگ گئے، لیکن یہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ مختار نے اس کا گھر بھی گرانے کا حکم دے دیا۔

سیدنا امام حسینؓ کا نام آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا، دنیا ہر سال ان کی شہادت پر خون کے آنسو روتی ہے اور روتی رہے گی۔

☆☆☆